۸۹۷ع
اصل الاصول

از راہ کرم حضرات اہل سنت ملاحظہ فرمائیں

اصل الاصول

مصنفہ

جناب سیّد شفیق حسن صاحب اختر امروہوی

جس میں

جواز تبرہ پر نہایت مدلّل اور محققانہ طور پر بحث کی گئی ہی

جس کو

سیّد مجاہد حسین جوہر نے

اپنے

جوہر پریس امروہہ میں چھپا کر شائع کیا

بار اوّل ۲۵۰ جلد

قیمت فی جلد ۸/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ تعالیٰ والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء محمد مصطفیٰ وسیدۃ نساء العالمیان فاطمۃ الزہراء والائمۃ النجباء الخلفاء النقباء اولیاء اللہ وحجج اوصیاء وورثاء رسولہ اجمعین بہم التولی ومن اعدائہم اتبرا اللہم وال من والاہم وعاد من عاداہم

اما بعد چونکہ بعض اسلامی فرقوں کے باہمی اختلاف کی وجہ سے توجیہ تبرا و لعن کے نام سے موسوم کی جاتی ہے اور عوام اہل اسلام قطعی طور پر تبرا و لعن کو قولاً و فعلاً ہی صرف نہیں بلکہ تصوراً بھی نہ فقط ناجائز بلکہ حرام جانتے ہیں اور اُن کے مطالب و معانی کو ایسی غلطی سے اخذ کرتے ہیں کہ اُسکی بنا پر عمداً و صریحاً اقرار حق و انکار باطل سے اعراض و لا اسلام کے حقیقی امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے علانیہ احتراز کرنے لگے ہیں یعنی تبرا کو بلا لحاظ معانی براہ راست گالیاں دینے اور فحشیات یکنے سے تعبیر کر کر مشہور کرتے ہیں کہ بعض مقامات پر جانے سے تبرا لپٹ جاتا ہے جس سے عقیدہ میں خرابی آجاتی ہے۔ یا بعض لوگ کھانے پر تبرا پھونک کر کھلا دیتے ہیں جس سے ایمان بگڑ جاتا ہے۔ یا صبح کے وقت تبرا کرنے والوں کا منہ دیکھ لینے سے دن بھر کے کام نیک بیکار ہو جاتے ہیں یا ایسے لوگوں کے داخل ہونے سے مسجدیں نجس و ناپاک ہو جاتی ہیں۔ غرض ان تخیلات فاسدہ و توہمات باطلہ پر جہلا اور متعصب لوگوں کے ناجائز جوش سے نشو و نما پا کر اسلام میں

وہ فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے کہ کسی فرقہ کو تو تبرا و لعن کرنے کی وجہ سے دیگر
فرقوں کے نزدیک غیر مہذب - کج اخلاق - رافضی بلکہ کافر و بے دین بنا دیا ہے
اور کسی جماعت کو اس کج فہمی کے باعث حق و باطل میں فرق و امتیاز کرنے سے متنفر و کارہ
کر دیا ہے - لہذا ہم چاہتے ہیں کہ ان افعال کے متعلق دائرہ معلومات کو اس حد تک وسعت
دیں کہ ان غلط خیالیوں کا دفعیہ ہونے کے ساتھ اس فساد و نفاق کا بھی انسداد ہو جائے
جس نے ایک سچے اصول کے شیرازہ کو منتشر و پریشان کر دیا ہے - پہلے ہم تبرّہ کے مطالب
و معانی اور اسکی ضرورت کی تشریح کرتے ہیں - اور اس کے بعد انشا اللہ لعنت کو شرح
و بسط کے ساتھ بیان کریں گے -

تبرا کوئی جادو ٹونا - یا جنتر و منتر نہیں ہے کہ وہ کسی چیز پر پھونک دیا جائے نہ کسی
آسیب یا جن کا نام تبرا ہے کہ اسکا کسی مکان میں دخل اور خلش ہو یا وہ کسی کے جسم میں
حلول کر جاتا ہو اور نہ وہ بھوت پریت ہے کہ کسی کو ابلا یا کر ڈرا دیتا ہو نہ اس کے
معنی گالیاں دینے اور بیہودہ گوئی یا مغلظات بکنے کے ہیں بلکہ وہ ایک فعل قلبی ہے
جس کے معنی کسی ایسی شئے سے برئت و آزادی و علیحدگی و بیزاری کرنے کے ہیں
جو عند العقل مضر و مخالف ہو اور وہ ایک ضروری لازمی اور ایسی واجبی چیز ہے کہ عقلاً
[illegible]ہا کوئی صاحب بصیرت اسکو لغو و بیکار نہیں سمجھ سکتا - بلکہ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ثابت
ہو جاتا ہے کہ بلا اسکے کوئی غرض دینی و دنیاوی مناسب نتیجہ پر پوری نہیں ہو سکتی
لیکن مجرد تبرا اسکی قابلیت نہیں رکھتا ہے کہ اسپر عمل کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ بہ مجرد
اسپر توجہ کرنے سے طبائع کو اس سے موافقت نہیں اور نہ صرف اس پر عمل کرنا بلکہ اس کا
نام سننا بھی گناہ بدرجہ کفر سمجھا جاتا ہے البتہ تبرا بتولا و تولا تبرا ایک کار آمد شئے ہے
جسکو حقیقتاً ہر غرض و ہر کار کی اصل اصول و بناد معقول سمجھنا چاہیے ورنہ انفرادی حیثیت
میں تبرا وہی ایک نامکمل بات ہے جو بلا التزام تولا اپنے مطالب میں تکمیل نہیں حاصل کر سکتا
اسلیئے ہم اسکی اسطرح تشریح کرتے ہیں کہ چونکہ تبرا و تولا لازم و ملزوم ہیں لہذا اگر

ان کو فرداً فرداً استعمال کیا جائے گا تو حصول مقاصد صحیحہ ناممکن ومحال ہوگا جس پر
نہ فطرتاً کوئی عمل کر سکتا ہے اور نہ کوئی عقل اسکو قبول کر سکتی ہو جس کو اس طرح سے سمجھنا چاہئے
کہ اگر انسان دنیاوی امور میں بھی کسی شے سے آزادی و بریت رکھتا ہوگا تو ممکن نہیں
کہ اس کی متضاد و متناقض چیز سے اُنس و میلان خاطر ہو اور کسی شئے سے موانست و محبت
والحاق و موافقت ہی کو تولا کہتے ہیں اور تبرا وہی ہے جو اسکے خلاف اور برعکس
ہو - یہ ہرگز صحیح نہیں کہ موالف سے تولا تو ہو مگر اُس کے مخالف سے تبرا نہ کیا
جائے - کوئی چیز اپنی موالف اسی وقت کہی جا سکتی ہے جبکہ اسکی مخالف شئے
کو اپنا مخالف سمجھہ لیا جاوے - درآنحالیکہ زید سے تولا صادق ہو عمر سے جو
اُسکا مخالف ہے ضرور بالضرور تبرا ہوگا اور ہونا بھی چاہئے ورنہ تولا صحیح نہوگا
اور اسی طرح تاوقتیکہ مخالف سے تبرا نہ کر لیا جائے موالف سے تولا نہیں ہو سکتا
جیسے کہ بلا نجاسات کو دفع اور مضرات سے پرہیز کئے ہوئے مطہرات کا مس کرنا حرام
اور مفیدات کا استعمال بے سود ہے - یہی تو ہے کہ ہر امر میں اہل حق پہلے اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم کہہ لیتے ہیں اسکے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتے ہیں
یعنی اول شیطان سے جو خود گمراہ - گمراہ کنندہ و رانندہ درگاہ باری ہے پہلے
اظہار نفرت و بیزاری کر لیتے ہیں تب جناب اقدس الہی کی طرف رجوع کرتے ہیں
اسی بحث سے ثابت ہے کہ پہلا فعل جو قابل عمل ہے وہ تبرا ہے جس پر آیندہ
انشاء اللہ بوضاحت و صراحت بحث کی جائے گی - اسی تبرا و تولا کو ایک جماعت
اسلام نے اس طرح قبول کیا ہے کہ الحب للہ والبغض للہ یعنی دوستی
و بغض لوجہ اللہ واجب ہے - اور اسکا وہی منشاء ہے کہ جس شخص کی دوستی
واجب ہوگی اُس کے مخالف سے دشمنی بھی واجب و لازم ہوگی ورنہ وہ دوستی
بے وقعت و غیر معتبر سمجھی جائے گی -
اسی سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ جمیع امور دین و مذہب و تمدن و معاشرت کا دارومدار

ہئیں افعال تولّا و تبرّا یہ ہے جو اپنے حقیقی مطالب کے ساتھ عمل میں لائے جانے سے ہر غرض کو بصحت و واقعیت مکمّل کر دیتے ہیں۔ کسی معمولی امر میں بھی ممکن ہئیں کہ اُن دو نوں چیزوں سے جو آپمیں ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ تبرا یا تولا نہ کیا جائے بلکہ یہ بدیہی بات ہے کہ اُن دونوں میں سے ایک کا ترک لازم ہوگا یہ ہئیں ہوسکتا کہ ایک وقت میں ایک ہی شئے سے تبرا اور تولا دونوں عمل کیے جائیں بلکہ یہی ممکن۔ صحیح اور موافق عقل و مطابق منشاء قدرت و مقتضاء فطرت ہے کہ جس چیز سے تولا ہو اُس کے مخالف سے تبرا ہو۔ چنانچہ تمام امورات دینی و دنیوی میں اس کی روشن مثال ہر اہل عقل کو ملسکتی ہے کہ الضدان لایجتمعان یعنی جو دو چیزیں باہم دگر متضاد ہوں جمع ہئیں ہونا چاہئیں چنانچہ مولوی روم اپنی مثنوی میں کہتے ہیں کہ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دوں

این خیال ست و محال ست و جنوں

یعنی ہوا و ہوس دنیا میں مبتلا ہو کر استرضائے الٰہی کرنا بے عقلی ہے اسی طرح اگر کسی سچے مذہب کی بنیاد کسی چیز پر ہوتی ہے تو وہ تبرا و تولا ہیں ورنہ اُس مذہب کی صحت و حقیت بلکہ مذہبیت میں اشکال ہے۔ یعنی یہ کہ جس مذہب کی پیروی کی جائے اُس کے مخالف مذہب سے قطعاً بیزاری ہو۔ اگر یہی اُس مذہب کی تعلیم ہے تو ضرور وہ دین ملت حقہ ہے اور اگر اصول مذہب دوسرے طریقوں کے موافق یا مشابہ ہیں یا وہ مذہب دیگر مذاہب کی پیروی کا بھی مانع و مزاحم ہئیں ہے تو اُس کے صحیح اور حقیقی بلکہ مذہب ہونے میں لا کلام تامل و کلام ہے۔ جیسا کہ بعض غیر اسلامی فرقوں کا طریقہ ہے کہ وہ اہل اسلام کو بحالت حیات راہ راست پر ہئیں سمجھتے اور بسبب مخالفت مذہب مسلمانوں کو محض نجس و ناپاک و بیدین و بے ایمان تصور کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کا سایہ پڑ جانے سے اشنان کرنا واجب جانتے ہیں لیکن بعد مرنے کے اُن کی قبروں اور یادگاروں کی عقیدت کے ساتھ تعظیم و پرستش کرنے اور رفعل تبرا پر اُنکی زندگی میں عمل کر کے اُن کے مرجانے

پر فعل تولا کے غلط اور باطل طور سے عامل ہوتے ہیں ایسی صورت میں اُن کا مذہب
کس طرح ایک سچا مذہب کہلایا جا سکتا ہے - اگر وہ کسی حقیقی مذہب کے پیرو ہوتے تو ہرگز ایسا
نہ کرتے کہ جن لوگوں کو زندگی کی حالت میں بے دین و ناپاک جانتے تھے وہ مرنے کے
بعد اس قابل ہو گئے کہ انکی قبروں کو سجدے کئے جائیں - یا بعض اسلامی فرقے باوجود
علم و آگاہی مراتب معصوم و غیر معصوم خاطی و غیر خاطی - عادل و ظالم یا فاضل و مفضول
دونوں کو ایک حیثیت سے پیشوا و مقتدا سمجھتے ہیں بلکہ معصوم و غیر خاطی و عادل و فاضل پر
غیر معصوم و خاطی و ظالم و مفضول کو بلحاظ امارت دنیاوی و خلافت اجماعی ترجیح و فضیلت
دیتے ہیں - اور یہ ہی اُن کے مذہب کی اصل ہے یا یہ کہ وہ زید و عمر و بکر و خالد کی
باہمی تفریق و مخالفت طریقت کو تسلیم کرتے ہوئے بلا لحاظ التزام تبرا و تولا ہر چہار
سے مساوی عقیدت رکھتے ہیں حالانکہ چار میں سے جو مساوی الخیالات ہوں حق
پر صرف ایک ہی ہو سکتا ہے یہ ممکن نہیں کہ چار شخص چار قسم کے خیالات رکھتے ہوں
اور پھر وہ ایک مسلک صحیح پر قایم ہوں ایسے عقیدے کے لوگ کہ جو ایسے چار شخصوں
کو بحیثیت واحد اپنا پیشوا و مقتدا سمجھیں ہرگز کسی حقیقی مذہب کے پیرو نہیں کہلائے جا سکتے"
اور نہ کوئی مذہب ایسی چو رنگ تعلیم دے کر سچائی سے موصوف ہو سکتا ہے - ہم
کسی مذہب کو ایسی تناقض و متضاد باتوں سے مبرا و پاک نہیں دیکھتے کہ جس میں بلا
ریب و ریا کے ایک ہی صراط مستقیم بتلائی گئی ہو اور اُسکے خلاف سے پرہیز کرنے کا حکم
دیا گیا ہو - ہاں اگر مذہبی دنیا میں کوئی دین ایسے نقائص و عیوب سے پاک و صاف
اور مختلف راستوں سے ہٹا کر ایک جادہ راست پر چلانے والا ہے تو وہ دین
اسلام ہے جس کے مبارک نام میں ابدالآباد تک کے لئے سلامتی کی بشارت موجود
ہے اور جس کو بعض خود غرض - دنیا طلب اور نام کے مسلمانوں نے اپنے اختراعی عقیدوں کے
ٹکڑے ٹکڑے کر کے بدنام کر دیا ہے - اسلام ہی نے حسب لحاظ سلسلہ تبرا و تولا پر عمل کرنے
کی تعلیم دی ہے اور تبرا و تولا کو موافق منشا و ضرورت اپنی بنیاد قرار دیا ہے جیسا

پہلا نمبر مطابقت عقل تمیز کا ہے اور اسی وجہ سے وہ ایک سچا مذہب ثابت ہوا ہے جس
ثبوت تفصیل کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

اسلام کی بنا دیعنی کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ پر غور کرنا چاہیے کہ اس مختصر سے فقرہ
میں اجمالاً کیا کیا تعلیم دی گئی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ دین و مذہب و تمدن و معاشرت غرض کسی قسم کی کوئی بات ایسی
کہ جو اُس کے تحت سے علیحدہ ہو بلکہ یہ ایک ایسا معنی خیز جملہ ہے کہ جس سے کوئی علم وعمل
و دنیاوی ایسا نہیں جو حاصل نہ ہو سکتا ہو

اسلام کا دعوے یہ ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین یعنی کوئی خشک
تر ایسا نہیں جو اسلامی قانون کے مجموعہ یعنی قرآن میں نہ ہو۔ اسلام کے اس دعوے کے ثبوت
کے لیے یہ کلمہ ہی کافی ووافی ہے کہ در آنحالیکہ یہ ایک قلیل بلکہ اقل جزو کتاب مبین
امورات معاش ومعاد پر حاوی ہے تو کتاب مبین سے کون رطب و یابس علیحدہ ہو سکتا
کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ ہر مسئلہ لاینحل کو باسانی حل اور کلمہ گویوں کو افراط و تفریط سے بچا
مسلک اعتدال پر قایم کردینے والا ہے اس پر انصاف سے غور کرنا چاہیے کہ انسان جس سے
خطا و نسیان لازمی ہے اور جو گذشتہ وآیندہ ہر زمانہ کے حالات پر اطلاع نہیں رکھتا
اور نہ تمام عالم کے سابق۔ موجود اور آیندہ پیدا ہونے والے لوگوں کی مزاجی حالت
معاشرت سے واقف ہے کس طرح ایسا معنی خیز و جامع و مانع جملہ بنا سکتا ہے کہ جو باوجود
اپنے انتہائی اختصار کے تمام معاملات دینی و دنیاوی پر حاوی اور سب کے لئے ایک
کا دستور العمل ہو اور کوئی منطقی اور فلسفی کسی وقت اس میں کسی قسم کا عیب و نقص ثابت
کر سکے اور عقلا وحکما در زمانہ اپنی وضیعات میں سے اس کے لیے کوئی مثال نہ دے سکیں
ہے کہ ایسے ضروری وعدیم المثال قانون کا واضع کوئی حکیم مطلق ۔ عادل ۔ علام الغیوب
قدیم الموجود اور خود جمیع مخلوقات کا خالق ہو اس لیے کہ جب تک کُل خلایق

ایک حیثیت کی بہت ہو گی کوئی شخص کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتا کہ جو تمام متعلقات
کے لئے ازل سے ابد تک بلا کسی بیجا تغیر و نامناسب تبدل کے ایک حالت سے کارآمد
و مفید ہو لیکن وہی ایسا کر سکتا ہے کہ جو ہر حیثیت و ہر صورت جنس مخلوقیت سے منزہ
و مبرا اور صفت حکمت و عدالت میں یکتا - بذات واحد علیم و خبیر و سمیع و بصیر ہمیشہ سے
موجود اور ہمیشہ رہنے والا ہو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے اس مرکب بمصالح لا محدود اصول
کو بنظر غور و انصاف دیکھنا چاہیے کہ وہ تمام مسالک مختلفہ سے ہٹا کر ہر امر میں ایک راہ پر
چلنے کا حکم دیتا ہے - اسکی تعلیم ہے کہ تم ان دو چیزوں کے جو باہم گر ایک دوسرے کی
مخالف ہوں بمساوات عقیدت مضارع نہ بنو کہ اس سے تمکو ایسے حال کا استقبال
کرنا ہو گا جس میں تم دین و دنیا دونوں سے گذر جاؤ گے یعنی مختلف الحالات راہیں
اختیار کرنے اور افراط و تفریط میں پڑنے سے تم گمراہ ہو کر منزل مقصود تک نہ پہنچ سکو گے
وہ بتلاتا ہے کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ انہیں چار لفظوں سے تمام مسائل دینی
و دنیاوی و معاملات معاش و معاد حل کر دیئے اور بتلا دیئے گئے ہیں کہ ایک راستہ
پر جو دکھلایا جا رہا ہے قایم ہو جاؤ اور اس کے خلاف جس قدر راستے ہیں ان کی
جانب قطعاً توجہ مکرو - یعنی جو چیز مفید ثابت ہو جائے اسکا استعمال اور اس کے مخالف
جو شے ہو اس سے پرہیز کرو - اس لیے کہ مفید کی متضاد چیز مضر ہو گی اور اگر مضر اور
مفید دونوں کا استعمال ہو گا تاہم نتیجہ اسکا مضرت ہی پر مترتب ہو گا - لہذا ایسا ہی ہونا
چاہیے کہ جس طریقہ پر قایم ہوں ہر امر میں اسکی متابعت و موافقت کریں تو ہرگز ہرگز
گمراہ نہوں گے لیکن یہ کہ وہ اک ایسا کلیہ ہو کہ جس سے کسی قسم کا کوئی شک دربارۂ اثبات
و نفی مستثنے نہو جیسا کہ اسلام میں جمیع امور معاد و معاش کے لئے اسی کلمہ طیبہ لا الٰہ
الا اللہ کا ایک مکمل اصول ہے جس کے موافق ہر امر میں اوامر و نواہی کیئے گئے ہیں
اور کوئی رطب و یابس ایسا نہیں ہے جس کا اس سے کسی صورت سے بھی استثنا سمجھا
جا سکتا ہو - اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ کلمہ مقدسہ کن اجزا و مقاصد سے مرکب اور کس ترتیب سے

وضع کیا گیا ہے کلمہ لا الہ الا اللہ تبرا و تولا سے ترکیب دیا گیا ہے جسمیں بہ ترتیب عالیہ معقولیہ پہلا فعل قابل عمل تبرا اور اُسکے بعد بگر لازمی تولا ہے۔ یعنی جب تک غیر خدا لوگوں کو جو خود خدا بنے یا بنائے گئے ہیں مصنوعی اور جھوٹا نہ سمجھ لیا جائے اور نہ کہہ دیا جائے یعنی اُن کے خدا ہونے سے بقلب و لسان جب تک انکار نہ کر دیا جائے اُسوقت تک خدا برحق و معبود مطلق کی معبودیت کا اقرار صحیح و کافی نہیں ممکن تھا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے عوض جملہ اللہ الہ یا اسی کے ہم معنی کسی فقرے سے اقرار معبودیت باری تعالیٰ لیا جاتا اور صرف تولا کرانے پر ہی اکتفا کی جاتی۔ لیکن اس میں یہ کیسی قباحت ہوتی کہ دیگر بنے بنائے ہوئے خداؤں کو بھی مصنوعی اور جھوٹا نہ کہہ سکتے اور پھر اسلام کوئی ممتاز اور سچا مذہب نہ کہلایا جاسکتا بلکہ وہ ایک ایسا عجیب الترکیب مذہب ہوتا کہ جس کا منشا یہ ہوتا کہ گو وہ ایک خاص خدا سے تعارف کراتا لیکن دیگر بنے یا بنائے ہوئے خداؤں کی بھی تکذیب نہ کرتا۔ گویا وہ خداؤں کی فہرست میں ایک خدا کا اضافہ کر دیتا۔ اور اس سے اصل تفریق خالقیت و مخلوقیت ہرگز ظاہر نہ ہو سکتی۔ لہذا جزو لا الہ سے ان نقائص کو دور اور مصنوعی خداؤں سے پہلے تبرا کرا لیا گیا اور بعد کو جملہ الا اللہ سے معبودیت حقیقتعالیٰ کا اقرار لیا گیا کہ اس طرح سے کہو کہ کوئی خدا نہیں ہے لیکن اللہ کہ وہی معبود مطلق و خدا برحق ہے

اسلام نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اصول دین میں توحید کو جو کلمہ طیبہ کا خلاصہ ہے پہلے نمبر پر قرار دیدیا تاکہ بین طور پر اس کا انکشاف ہو جائے کہ اُس کی ذات واحد و یگانہ ہے اور کوئی غیر کسی طرح اُس کا شریک و سہیم یا مثل و مثال نہیں اور پھر تمام قرآن میں عموماً اور سورہ توحید میں خصوصاً اسکی پوری پوری تشریح کر دی گئی ہے کہ وہ واحد و یکتا ہر امر میں خود ہی اپنی نظیر ہے نہ وہ کسی حیثیت سے کسی غیر کا مشابہ ہے۔ اور نہ کسی دوسرے میں اُسکی شباہت موجود۔ اُسکا عدیم المثال ہونا ہی اس کا سبب ہے کہ جو اشخاص اپنے زعم باطل میں اُسکی مثل بنے یا بنائے گئے ہیں تاوقتیکہ اُن سے اس امر شباہت میں تبرا نہ کر لیا جائے اور اس واحد و یکتا سے تولا یعنی اُس کی

الوہیت کا اقرار بمنزلہ انکار ہی۔

اب غور کرنا چاہیے کہ جناب باری نے تبرا کے عمل درآمد میں کس قدر مبالغہ فرمایا ہے یعنی اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ تیقن وجود و اقرار معبودیت جناب اقدس الٰہی بلا عمر و لب سے تبرا بالقلب و باللسان کئے ہوئے کافی و صحیح نہیں

ہم ابھی ترتیب کی ہنود کے اتہرین وید سے تایار د کہلاتے ہیں جس میں وہ ان کہی وسچ ہے جسکو بعقیدہ ہنود اگر کوئی ہندو مرتے وقت نہ کہے تو اسکی نجات ممکن نہیں اور وہ یہ ہے کہ لا الا ہا ہرنی پاپن ال لل لا ہا پرم پدم۔ جنم بیکنٹھ پر آپ ہنوتی توجپی نام مہمدم یعنی لا الہ کہنے سے گناہ دُور ہوتے ہیں الا اللہ کہنے سے نیکی ملتی ہے۔ ہمیشہ جنت چاہو تو محمدؐ کے نام کا وظیفہ کرو اس میں بہی وہی اہتمام ہی کہ پہلے لا الہ کہ کر گناہوں سے پاک ہوجائیں تب الا اللہ کہنے سے نیکی ملے گی قبل اس کے کہ لا الہ کہکر گناہوں سے مبرا ہو الا اللہ کہنے سے نیکی کے ملنے کا امیدوار ہونا بے عقلی اور ایسی بات ہے کہ جبیر عمل کرنے والا نہ صرف نیکی سے محروم رہتا ہے بلکہ گناہ بہی اس کی گردن پر باقی رہتے ہیں جس کا نتیجہ بجز اسکے کہ وہ نرک یعنی جہنم میں ڈالدیا جائے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اسکو کیلاش میں ایشور مہاراج کے درشن کرنے کا موقع ملے۔ اسی کو بالفاظ دیگر تبرا و تولا کہا گیا ہے جبیر بالتزام عمل کئے بغیر فی الحقیقت کسیکی نجات ممکن نہیں یہ اسکا وضع کردہ قانون ہے کہ جس کا عدم ظاہری اسکے وجود باطنی و حقیقی کی دلیل روشن اور جسکی ہر مخلوق کا حدوث و تغیر اسکے قدم کی برہان بین ہے۔ یہاں پہنچکر اس بات پر کس قدر افسوس ہوتا ہے کہ علمائے ہنود اپنے تابعین مذہب کو اُن کے مرنے کے وقت باوجود ایسی اُن کہی کہلوانے کے جو لفظاً اور معناً بالتشریح و تفصیل کلمہ طیبہ اسلام ہے اس امر کی جانب قطعاً التفات نہیں فرماتے کہ جب کلمہ پڑھنے سے ہندو مسلمان ہو جاتا ہے اور ہنود کے ہی مذہب و وید کے موافق مرتے وقت جو مت ہوتی ہے وہی گت ہوجاتی ہے تو جب مرنے

کے وقت ہندو اپنی اُن کہی کے کہنے سے اپنے نزدیک مسلمان ہو جاتے اور اہل اسلام کی سی عاقبت کے امیدوار بنتے ہیں اور اُس وقت اُن کے بت اور دیوتا اس قابل نہیں رہتے کہ برائے نام اُنکو یاد بھی کر لیا جائے تو پھر تمام عمر اُس کلمۂ اسلام سے پرہیز کرنے پتھر کی مورتوں کے پوجنے اور اُن کی جمالی خوشی اور موہوم دلچسپی کے لئے گھنٹے بجانے سے کیا فائدہ۔ مسلمان تو صرف لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کہتے ہیں اور ہندو نے اپنی اُن کہی کو اسطرح سے مرتب کیا ہے۔ کہ کلمہ کے ہر جز و کی علیحدہ علیحدہ تفسیر بھی کرتے جاتے ہیں جیسے کہ لا الہ کہنے سے گناہ دور ہوتے ہیں یعنی عمر بھر جو سینکڑوں خداؤں کو سجدے کئے تھے اُن سب سے مرنے کے وقت تبرا و بیزاری کرتے ہیں اور الا اللہ کہنے سے نیکی ملتی ہے یعنی اُس خدائے واحد کو جو حقیقتاً سب مخلوق کا خالق اور رب ہے مگر اس وقت تک یا تو اُسکی معبودیت کا اقرار ہی نہ کیا تھا اور اگر کیا تھا تو شرکت و شمول غیر خدا اشخاص کے کیا تھا۔ لہذا اب بوحدانیت اُس کی الوہیت کا اعتراف و اقرار کرتے ہیں اور اس بات کے بھی مقر ہوتے ہیں۔ کہ ہمیشہ کے لئے اگر جنت مل سکتی ہے تو محمد کے نام کا وظیفہ کرنے سے مل سکتی ہے اور یہی دلیل اُن کے رسول برحق ہونے کی ہے کہ اُن کے صرف نام کے وظیفہ کرنے سے یہ درجات کہ ابدُ الاباد فردوس اعلیٰ میں رہیں حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہی اُن کہی ہنود کے مسئلہ تناسخ کی بھی کافی تردید کرتی ہے اس واسطے کہ جب محمد کے نام کا وظیفہ کر کے ہمیشہ کے لئے بیکنٹھ باشی قرار پا گئے تو پھر آواگون کی مشین میں دو بارا سہ بارا ہرگز نہیں ڈھل سکتے اور اس وجہ سے مسلمانوں میں کوئی شخص بھی جو پیدائش سے مرتے وقت تک اسی اسم مقدس کا وظیفہ سنتا اور ورد رکھتا ہے بھول کر بھی تناسخ کے کارخانہ کی طرف کو نہیں نکل سکتا تم اچانکہ مرنے دم صرف ایک مرتبہ اس مبارک نام کے لینے سے ہندو صاحبان سدا بیکنٹھ کے دعویدار ہو جاتے ہیں۔ نہایت تعجب کی بات ہے کہ عقلا و منطقیین ہنود

نبھی اس اُن کی پر غور نہیں فرماتے کہ یہ کیا چیز ہے - اس کا کیا مطلب ہے
اسکو مرتے وقت کس ضرورت سے پڑھا اور پڑھوایا جاتا ہے اور اسکو پڑھنے یا پڑھانے
سے کس نتیجہ کے متوقع ہوتے ہیں - کاش اگر اس پر گہری نگاہ ڈالی جاتی تو پھر
مابین ہنود واہل اسلام کوئی اختلاف ہی نہ تھا -

اب داعیان اسلام منصفانہ نظر ڈالیں کہ ہنود - مجوس - یہود اور دیگر ایسے
ہی عقیدہ رکھنے والوں کی طرح اگر غیر خدا اشخاص یعنی مصنوعی خداؤں سے جو دعوے
خدائی خود کریں یا کوئی گروہ اُن کو اپنا خدا تسلیم کرے تبرانہ کر لیا جاوے تو
اسلام کی متابعت کس طرح سمجھی جا سکتی ہے بلکہ ایسا شخص کہ جو خدائے واحد کی
معبودیت کا اقرار بھی کرتا ہو اور دیگر وضعی خداؤں سے بھی عقیدت رکھتا ہو مشرک
ہونے کے ساتھ منافق بھی کہا جائے گا - جس کے ذمہ دو جرم شرک و نفاق
کے عاید ہوں گے اور بہ نسبت ایک کافر کے اُس کی سزا مضاعف ہو جائے گی
جس کی مثال دنیاوی امور میں یہ ہے کہ اگر کسی ایک بادشاہ کی بیعت کی گئی ہو اور دوسرے
سلاطین سے بھی سازباز ہو تو ایسی حالت میں ایسا شخص غادر و باغی کا خطاب
پائے گا جسکی پاداش قانوناً گردن زدنی ہے اور نہ صرف بمقابلہ بادشاہ بلکہ اگر
کسی معمولی عامل سلطنت یا متوسل حکومت کی مخالفت بھی بلحاظ اُس کے عہدے اور
مرتبہ کی کیجائے گی یا مثل اُس کے کسی دوسری - کی بھی ایک ہی ذمہ داری اور متابعت
ثابت ہو گی - تو اسکی وہ اطاعت ہرگز ہرگز صحیح نہ ہو گی اور ان دونوں صورتوں میں
وہی الزام بغاوت لگایا جائے گا جس کا وہی نتیجہ یعنی سزائے موت ہے - اسی طرح
امور دینی و مذہبی میں اگر غیر خدا کو خدا یا مثل خدا اور غیر نبی کو نبی یا مثل نبی اور
غیر کعبہ کو کعبہ یا مثل کعبہ اور غیر کتاب اللہ کو کتاب اللہ یا مثل کتاب اللہ اور غیر
قایم مقام و وصی و خلیفہ و جانشین رسول کو قایم مقام و وصی و خلیفہ و جانشین
رسول یا مثل قایم مقام وصی و خلیفہ و جانشین رسول سمجھا جائے اور اس

وکعبہ وکتاب اللہ ووصی نبی سے ادعائے عقیدت و تولّا بھی ہوتا ہم مگر حقیقی
اسلام وجادۂ مستقیم ایمان پر قیام نہیں ہوسکتا اگر تبرّا کوئی بیکار چیز سمجھا جائے گا
تو اہل اسلام کو لامحالہ دیگر فرقوں کی طرح دوسرے مذاہب کے پیشواؤں مذہبی کتابوں
اور متبرک مقامات پر بھی اعتقاد کرنا لازم ہوگا اور پھر اسلام ایک مجموعۂ مذاہب مذہب
ہوجائے گا۔ تبرا کوئی معمولی یا بیکار بات نہیں ہے بلکہ وہ عمل ہے کہ کوئی مذہب
بلا اس کے اپنی صداقت وحقیت کا دعوے اور کوئی شخص بغیر اس پر عمل پیرا ہوئے
مسلمان ہونیکا ادعا نہیں کرسکتا اور اگر کرے تو لغو و باطل ہے مگر اسی طرح کہ تولا
بتولا و تولا بہ تبرا پر عمل ہو۔ اس مباحثہ سے ثابت ہوگیا کہ تبرا و تولا ہی بنادین
حقیقی ہوسکتے ہیں اور کوئی دین و مذہب اسی وقت سچا اور واقعی ہوسکتا ہے کہ
اسکی بنیاد میں تبرا و تولا کو دخل ہو اور انہیں کے اصول پر معاملات دین و مذہب
کا انحصار کیا گیا ہو۔ چونکہ یہ صفت بجز دین اسلام کے دیگر ادیان میں نہیں پائی جاتی
لہذا بلاشک اسلام اور اسلام میں بھی وہ فرقہ جو ان افعال حسنہ کا فاعل اور اسلام حقیقی
ہے ایک مذہب اصلی وواقعی ہے۔

اب یہاں سے ہم لعن کے متعلق بحث کرتے ہیں جس کے معنی اظہار ناراضی و بد
دعا کرنے کے ہیں اور جو تبرا کا ایک خاص نتیجہ ہے۔ یعنی یہ کہ جس شخص سے بوجہ اسکی
مخالفت و نفاق کے لوجہ اللہ تبرا کیا جائے اس سے ضرورتاً اظہار ناراضی اور اس
کے لئے بد دعا بھی کی جائے گویا تبرا باللسان کو لعنت کہتے ہیں اور تبرا بالقلب
کی تکمیل بلا اس کے نہیں ہوسکتی اس لئے کہ جو امور صرف قلب تک منتہی ہوتے ہیں
ان کا اثر بھی اس ذات تک محدود ہو جاتا ہے اور یہ کسی امر کے رواج دینے کے
لئے کافی نہیں اس واسطے کہ دوسرے اشخاص پر اس وقت تک کسی بات کا اثر نہیں
پڑسکتا جب تک کہ ان پر وہ بات اور اس کے مطالب ظاہر نہ کئے جائیں جیسے کہ
اگر کوئی شخص کسی مذہب کی اشاعت چاہے اور اسکو زبان سے بیان نہ کرے
دوسرے لوگوں کو اسکی دعوت نہ دے اور ترغیب نہ لائے اپنے ہی قلب میں

اسکو محفوظ رکھے اور بذات واحد اسپر عامل ہو تو اس مذہب کا کسی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے - اس وجہ سے تبرا پر باللسان عمل کرنا اسکو حد تکمیل تک پہنچاتا ہی اور اسی کو لعنت کہتے ہیں اور یہی خدا - ملائکہ - انبیا اور مومنین کا طرز عمل ہے - اگر اسپر عملدرآمد ہوتا اور صرف بالقلب تبرا کرنے پر بھی اکتفا کی جاتی اور اُسکا اعلان نکیا جاتا تو اس کا وہی نتیجہ ہوتا جو تبرا نہ کرنے والوں کا بتلایا گیا ہے چنانچہ اسی بنا پر جناب اقدس الٰہی نے علانیہ اپنے مقدس کلام میں قابل تبرا لوگوں سے اظہار تبرا اور مستوجب لعن اشخاص پر لعنت فرمائی ہے اور اس کی انبیا، ملائکہ اور مومنین نے تاسی کی ہے جیسا کہ ذیل میں بشرح و بسط بیان کیا جائے گا - لیکن یہاں یہ کہدینا ضروری ہے کہ اگر اسلام میں سے کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ ہمکو کسی سے حتیٰ کہ شیطان سے بھی تبرا اور اسپر لعنت کرنے کا حق نہیں ہے حالانکہ وہ ہر فرقہ اور ہر مذہب کے نزدیک قابل تبرا و لایق لعن و نفرین ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ درانحالیکہ جناب باری نے اپنے مقدس کلام میں جابجا اُس سے اظہار تبرا اور اسپر لعنت کی ہے اور اپنے رسول کو اُس کا حکم دیا ہے اور رسول نے حسب منشاء جناب احدیت اسکی تعمیل کی ہے اور علانیہ اپنی امت کو اسکی ہدایت و تاکید فرمائی ہے یعنی رسول نے نہ صرف تبرا بالقلب پر اکتفا کی ہے بلکہ باللسان عمل درآمد فرما کر اسکو دکھلایا ہے کہ اس سے تبرا بالقلب و باللسان کرنا چاہیے پھر کیا دینداری ہے کہ مسلمان اسکو ناجائز اور ناروا سمجھیں اگر جناب اقدس الٰہی کا یہ حکم اور اُس کے رسول کا یہ عمل اور ارشاد کہ بدلوگوں پر مثل شیطان کے لعنت یا اُن سے تبرا کرنا قابل تسلیم و لایق تعمیل نہیں تو نیک لوگوں بلکہ خود جناب باری اور رسول خدا سے ہی تولا کرنے کا حکم جس سے طرح طرح کے مصائب و نوائب پر مجبور اور لذات دنیا سے محروم ہونا پڑتا ہے کیونکر واجب العمل سمجھا جا سکتا ہے یا خدا اور اُس کے رسول کا ایک حکم ماننے اور ایک نہ ماننے سے اُنکی اطاعت و فرمانبرداری کب صحیح سمجھی جا سکتی ہے - اگر اُن لوگوں کو جن کی کلام الٰہی میں مدح کی گئی ہے اچھا سمجھنا اچھا اور جن کی قدح بیان ہوئی ہی

ان کو برا کہنا برا ہے تو اہل اسلام کو کلمۂ لا الہ الا اللہ سے ہی قطعاً پرہیز کرنا
چاہئے اس لئے کہ اس میں جیسا کہ بیان ہوا اچھے لوگوں کی مدحت اور بد اشخاص
کی مذمت یا صادقین کی تصدیق اور کاذبین کی تکذیب نکلتی ہے اور بعوض
اس کے کوئی ایسا کلمہ ایجاد و اختراع کر لینا چاہیے جس میں اقرار معبودیت حق تعالیٰ ہو
اور دیگر خداؤں کے خدا ہونے سے انکار نہ ہو تاکہ غیر مذاہب کی دلشکنی کے ساتھ
اُن لوگوں کے مراتب و درجات میں بھی کمی نہ واقع ہو جنکو اسلام نے نبی
یا ملک مقرب تسلیم کیا ہے اور دیگر مذاہب و فرق نے اُن میں اور خدا میں فرق نہ
کرکے اُن کو بھی الوہیت کا مرتبہ دیدیا ہے جیسے عیسیٰ بن مریم یا روح القدس
کہ نصاریٰ نے اُن کو منجملہ اقانیم ثلثہ کے اقنوم الابن و اقنوم الروح کا مرتبہ
دیتے ہوئے ذات واحد لم یلد و لم یولد کو اقنوم الاب کہکر علانیہ شرک کرتے
اور اس سلسلہ سے تثلیث فی التوحید و توحید فی التثلیث کے قائل ہوئے
ہیں گو خدا کے مقدس کلام میں ان اقانیم ثانی و ثالث کے خدا یا شریک خدا
سمجھنے کو شرک بتلایا گیا اور اس عقیدہ ناصواب سے تبرا کرنے کی ہدایت اور
تاکید کی گئی ہے - تاہم اُن مسلمانوں کو اس سے انکار کرنے کا اسی طرح حق
نہیں ہے جس طرح شیطان سے تبرا کرنے کا وہ اپنے کو مجاز نہیں جانتے ہیں
اور ایسی حالت میں کہ وہ اپنے نزدیک شیطان کو قابل تبرا نہیں سمجھتے ہیں
اُس کو اُس کے افعال کے مذموم سمجھنے اور کہنے کا بھی حق نہیں ہے - اور اس
سبب سے حضرت ابو البشر علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی نہ کرنے
کے متعلق مخالفت ارشاد جناب باری کا الزام بھی وہ اُس پر عاید نہیں
کر سکتے یا جناب اقدس الٰہی نے جو اس قصور کی پاداش میں اُس کی مذمت
اور اُس پر لعنت کی ہے وہ اُن کے نزدیک قابل لحاظ نہیں ہو سکتی اور حقیقتاً
وہ اُن کے زعم باطل میں قابل لحاظ ہے بھی نہیں - چنانچہ وہ اس فعل کو
خدا کا فعل ہونے کی حیثیت میں بھی محض عبث تصور کئے ہوئے ہیں اور

شیطان سے ترک یگانگت کرنا اور اسکو برا سمجھنا اور کہنا ہرگز نہیں چاہیے - بایں کہ
ایسے اہل اسلام شیطان کو وہی درجہ دیے ہوے ہیں جو اسکو مجوس کی
پارلمینٹ سے حاصل ہوا ہے کہ وہ اسکو اہرمن یعنی بدی - فساد - ظلمت اور نقصان
کا خالق وخدا بمقابلہ یزدان جو منجملہ دو خداؤں کے ایک خدا اور نورنیکی صلاح
اور نفع کا خالق تسلیم کیا گیا ہے کہا جاتا ہے اور اس وجہ سے وہ مسلمان یہ خوف
کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اہرمن یعنی شیطان کو برا کہا اور اس کے افعال سے تبرا
کیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یزدان جس طرح اپنے نیک بندوں کو داخل جنت کرے
گا اسی طرح شیطان یعنی اہرمن ہم سے ناراض ہو کر ہمکو جہنم کے الاؤ میں
ڈھکیل دے - گویا وہ مسلمان نہیں مجوس ہیں کہ خدائی میں شیطان کو
برابر کا حصہ دار ذی اختیار سمجھتے ہیں جو اسکی شیطنت سے تبرا نہیں کرتے
اور فی الواقع وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے اس لیے کہ وہ اپنے خودساختہ اور
خانہ ساز بزرگان دین کی طرف سے ایسے امور پر عمل کرنے کے لیے معذور
و ممنوع کردیے گئے ہیں جنہوں نے اسی آڑ میں اپنی نرالی سنت کا فسادی
جھنڈا بلند کرکے خلق اللہ کو اپنی طرح گمراہ کر دیا ہے اگر ان کے اتباع
و موالیین و تبع تابعین اس امر میں جناب اقدس الٰہی سے موافقت کریں
تو اپنے ان بزرگان دین کی سنت سے اتر جائیں گے اور نہ کریں تو یقیناً
دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے - لیکن مرکز اسلام سے ہٹ جانا بہ نسبت
اس کے کچھ سخت نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر اور ذات برادری والوں کی
پنچایت کے منتخب کردہ پیروں و بیونگی سنت کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیں
ان کے مرشد بن واہ دیکھیں کا یہ ہدایت کرنا کہ کسی غیر مذہب کے کسی
مقتدا سے اور یہاں تک شیطان سے بھی مذہباً بیزاری نہ رکھو اسکی
روشن دلیل ہے کہ وہ اصحاب ان غیر مذاہب کے پیشواؤں کی مذہبی

غلطی اور اسلام کی اصولی صحت پر وثوق ہی نہیں رہتے - یا خود اُن اصحاب میں
کوئی عیب ونقص ایسا موجود ہے جس کے خیال سے وہ پیش بندی کرتے ہیں کہ
کسی کو گو وہ شیطان ہی کیوں ہو کسی صورت سے بُرا نہ سمجھو اور نہ کہو اس لئے
کہ جب اس عمل کا سدّباب رہے گا تو اگر کبھی ہمارے ہزاروں عیوب میں سے
کوئی عیب یا کُل معائب بھی ظاہر ہونگے تو بھی ہم لعن وطعن سے محفوظ رہیں گے
بلکہ عیوب ظاہر ہی ہونے پائیں گے - اس لئے کہ جب کسی بُرے شخص کو بُرا سمجھنے
اور کہنے کی مذہبًا ممانعت ہو گی تو یقینی وبدیہی امر ہے کہ کسی کے عیوب کی طرف
توجہ بھی نہ کی جائے گی اور اس طریقہ سے سب بُرائیوں پر پردہ پڑا
رہے گا اور کبھی کسی فریب ومکاری کا راز فاش نہ ہوگا - ورنہ جن بزرگان
دین میں کوئی عیب اور نقص نہ ہو اور وہ حقیقی پیشوا ومقتدا مذہب ومرشد
وہادی ہوں ضرور ہے کہ وہ مخالف مذہبوں کے پیشواؤں کی غلطیاں بتلائیں
اور اُن کے طریقوں سے بچنے کا حکم دیں اس لئے کہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان
کے پیروان مذہب غیروں کے عیوب سے کس طرح آگاہ ہو سکیں گے اور کیونکر
بغیر تعلیم وہ اُن سے اجتناب اور اُنکی غلطیوں سے احتراز کر سکیں گے اور اس
طریقہ سے جب تابعین مذہب کے عقائد غیر مکمل رہیں گے تو اُن کے اخلاق
اور آیندہ نسلیں کس طرح سے مسلک صحیح پر قائم ہو سکیں گی اس لئے جمہور
انبیا اور اُن کے حقیقی اوصیا کا بمتابعت منشاء جناب احدیت وبغرض ترویج
شریعت یہ عمل درآمد رہا کہ وہ تردید باطل واثبات حق میں ہمیشہ منہمک وکوشاں
رہے اور باعلان حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کیا حالانکہ اُنکی مخالفت
میں خود ساختہ پیشوایان وبزرگان غیر حقیقی نے ہدایت ودعوت دین حق کی احسان
فراموشی کر کے برائے دنیا طلبی ان کو طرح طرح کے نقصانات مالی وصدمات
جسمانی وروحانی پہنچائے اور ایسے ایسے ظالمانہ وجابرانہ سلوک کئے کہ جنکی نظیر
تواریخ عالم میں بجز انہیں سوانح کے ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی - مگر ان حق پرستوں

ثابت قدموں اور خدا کے خاص اور خالص بندوں نے کبھی اپنی جان اپنی اولاد اور اپنے مال کی پروا نکی اور سر دے دے کر اپنے دین کی حقیت اور غیر ادیان کے بطلان کو ظاہر و ثابت کر دیا اُنھوں نے اپنی ہی جانیں دینے پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنی گود کے پالے ہوئے کڑیل جوانوں اور اپنے ننھے ننھے شیر خوار بچوں کو بھی اپنے سچے اور مقدس دین پر نثار کر دیا اُنھوں نے معمولی طور پر لڑ بھڑ کر جانیں نہیں دیں اور بے دست و پا ہو کر قتل ہونا گوارا نہ کیا وہ ذلت کا مرنا نہیں مرے بلکہ اپنے حقیقی دین کی واقعیت اور اسپر اپنی ثابت قدمی اپنے استقلال اور اپنے یقین کو ثابت کرنے کے لئے علی الاعلان مخالفین دین کی مخالفت کر کے بحالت اختیار ہر مصیبت کا کشادہ پیشانی سے مقابلہ اور بھوک پیاس اور قلت فوج میں ایک نے ہزاروں سے مجادلہ و مقاتلہ کیا اور بتلا دیا کہ اے ایمان والو دیکھو کہ گو ہم با اختیار و صاحب قابو ہیں مگر تم ایسے لوگوں کی تعلیم کے کسی دقیقہ کو فرو گذاشت نہیں کئے جاتے اور اپنی جانیں دیکر اور ہزار ہا مصیبتوں پر صبر کر کے بتلائے جاتے ہیں کہ اگر دین خدا پر کوئی بلا آئے تو اسطرح سے ثابت قدم رہ کر اسکی حفاظت کرنا چاہیے اُن حقیقی بزرگان دین پر بھی یہ ثابت قدمی ختم ہو کر نہیں رہ گئی بلکہ اُن کی عورتوں اور یتیم بچوں نے بھی اثبات دین کے لئے اپنے مسکنوں کا جلنا مال و منال کا برباد ہونا۔ بے پردہ کوچہ و بازار میں پھرنا دربارہائے عام میں بے مقنع و چادر جانا اور مجبس تنگ و تاریک میں بصد ذلت و خواری مقید ہونا گوارا کیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر بدون کو نیک اور نیک لوگوں کو بد نہ بتلایا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو دین حق قایم و جاری ہی نہو سکتا آج داعیان اسلام ان بزرگان دین کے ان یادگار واقعات پر یہ کہ کر کہ وہ امت پر فدا ہو گئے باوجود اپنی گمراہی کے اسی طرح اپنی نجات کے مدعی ہیں جس طرح عیسائی ابن مریم کے سولی پر چڑھائے جانے کو بیان کر کے اپنا دعوے کرتے ہیں

کہ سچ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ لیکن یہ خیال اُن ناقدر مسلمانوں کا محض
غلط ہے اس لئے کہ اُن شہداء راہ خدا کی جانیں امت کے گناہوں کے عوض قربانی
نہیں چڑھی۔ بلکہ اُنھوں نے دین کی حقیت کو اپنی جانیں نثار کرکے ثابت کردیا
اور عالم کو سیدھی راہ دکھلادی کہ خدا کے دین پر چلنے والوں کا راستہ یہ ہے جو
اُس پر چلے گا اُسکی نجات ہوگی اور جو نہ چلے گا اُسکو ہم سے کچھ تعلق نہیں اور اُس کا
مقام جہنم ہے۔ اُمت پر فدا ہونا اگر ہے تو یہی کہ امت کی ہدایت کو مکمل طور پر
انجام دے گئے۔ نہ یہ کہ امت دین کو برباد کردے مگر وہ چونکہ امت پر
فدا ہوگئے ہیں۔ لہذا امت بہشت کی مستقل زمیندار ہے

دیکھنا چاہیے کہ ہمارے سید و سرور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
مبعوث برسالت ہو کر جو پہلا کام کیا وہ یہی تھا کہ بالاعلان قولو لا الہ الا اللہ
فرماتے تھے اور علانیہ جھوٹے خداؤں سے بچنے اور معبود حقیقی کی معبودیت کے
اقرار کی تعلیم دیتے تھے حالانکہ ابوجہل جیسے جاہل نے اپنے نام کی مناسبت
سے وہ جہالت کی کہ سربازار اُس دریتیم کے پتھر مارتا تھا اور اُس جناب کے
قتل پر مع اپنے رفقا کے تیار ہو جاتا تھا۔ چنانچہ انہی وجوہات سے ہجرت
واقع ہوئی کہ آنحضرتؐ قریش کے ظلم و عداوت اور غدر و بغاوت سے تنگ
آکر اپنے آباؤ اجداد کے وطن سے مظلومانہ نکلے اور مدینہ کو تشریف لے گئے مگر
وہاں پر بھی تبلیغ رسالت اور اسی ترتیب تبرا و تولا کو ترک نہ کیا یہی سبب تو
تھا کہ کفار قریش آپ کے درپے آزار اور خون کے پیاسے تھے ورنہ اگر
حضرت اُن کے اصنام اور مصنوعی خداؤں کی تکذیب نہ فرماتے اور ان سے
تبرا کرنے کا حکم نہ دیتے بلکہ خدا حقیقی کی الوہیت کی تعلیم دینے پر ہی اکتفا
فرماتے تو قریش آپ سے کاہے کو خصومت کرتے۔ اسی طرح نصاریٰ
و یہود مکہ کے مقابلہ میں اگر آنحضرت عیسیٰ بدین خود و موسیٰ بدین خود
پر عمل فرما کر اپنے دین کی اتنی ہی اشاعت کرتے کہ خدا ہی سب کا خالق

ومعبود ہے اور اُن کے عقائد کی مخالفت نفرماتے تو ان کو آپ سے دشمنی ہوتی آنحضرت نعوذ باللہ کسی کو گالیاں نہ دیتے تھے اور نہ یہ ثابت فرماتے تھے کہ تبرا بالقلب و باللسان کے معنی گالیاں دینا اور فحشیات بکنا یا تہذیب و اخلاق سے دست بردار ہو جاتا ہے بلکہ آپ اُن کی اصولی غلطیاں بتلاتے اور اُنکے دام تزویر سے خلق اللہ کو بچاتے تھے۔ آنحضرت کا اصنام کو برا بتلانا اور کعبہ سے نکال کر پھینکدینا۔ تیکدوں کو ویران و تباہ کر دینا اور تبرا کا باللسان عمل کرنا اس عناد و خصومت کا سبب ہوا کہ متعدد لڑائیوں تک نوبت پہنچی جس کا ہوتے ہوتے آخر یہ نتیجہ ہوا کہ اشاعت و حمایت دین خدا میں بدر و احد جیسے غزوات سے اعزا کا نقصان ہوتے ہوتے کربلا میں گھر کا گھر تباہ ہو گیا۔ لیکن کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ اگر حضرت ایسا نہ کرتے تو دین حق رواج پاتا اور ہزارہا قبیلہ جو کفر و ضلالت سے بچ گئے وہ راہ راست پر آجاتے نہیں ہرگز نہیں۔ یہی وجہ تو تھی کہ آنحضرت نے کبھی خوف و اندیشہ نہ کیا اور ایک دو یا تین چار شخصوں کے روبرو ہی فقط نہیں بلکہ مجمع ہائے عام میں دین خدا کا اشتہار دیا جیسے کہ حج اکبر کے روز جبکہ لاکھوں آدمیوں کا ہجوم تھا بلا تکلف و تامل بحکم خالق جز و کل نائب ختم رسل نے اعلان فرمایا کہ

براۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاہدتم من المشرکین۔ یعنی اللہ اور اسکا رسول اس عہد سے بری ہیں جو مشرکین کیا گیا تھا۔ یا اعلان کیا واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ۔

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے روز کل آدمیوں کے لیے (یعنی عامہ ناس کے سنانے اور آگاہ کرنے کے واسطے) اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اس کا رسول مشرکوں سے تبرا کرتے ہیں

اس مقام پر یہ امر قابل غور ہے کہ رسول نے اشاعت دین میں کبھی اور کسیوقت
کوئی خوف نہیں کیا اور نہ کسی حکم خدا کی تعمیل ایسے لوگونکی سپرد کی جو ڈر کے مارے
اپنی جان چراتے ہوں یا جن کے دل میں اسلام کی وقعت و محبت ہنو اور وہ
دلمیں اسلام کی بیخکنی کی گھات میں ہوں بلکہ ایسے لوگونکی احکام الہٰی کا امانتدار اور عامل بنایا جو
حمایت دین میں اپنی جانکی کبھی پروا کرنیوالی نتھے اور وہ وہی بزرگ تھے جو رسول کے حقیقی محب [illegible] انعام بھی [illegible]

رسولؐ کا دشمنونکی نگاہوں سے بچکر غار میں پوشیدہ ہونا یا مکہ سے مدینہ
چلا جانا اس بنا پر نہتا کہ رسولؐ معاذ اللہ کفار سے ڈرتے تھے بلکہ صرف اس
غرض سے ایسا کیا گیا کہ حضرت کے وجود ذی جود کی بدولت دین اسلام قایم
ہوجائے ورنہ اگر آنحضرتؐ بے یار و مددگار دشمنوں سے تنہا مقابلہ کرتے
اور شہید ہوجاتے تو دین الہٰی ناقص رہ جاتا اور اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی کا انعام پانے والا کوئی نہ ہتا - اسی طرح جو حقیقی جانشین رسولؐ تھے
وہ بھی کبھی خوف و ہراس کو اپنے پاس نہ آنے دیتے تھے - چنانچہ شب ہجرت
وصی رسولؐ و زوج بتولؐ نے جس طرح تعمیل حکم خدا و رسولؐ کی وہ قابل
الفاظ ہے - آیا کوئی ہے کہ اس طرح اپنی جان کو کسی دوسرے کیلئے معرض
ہلاکت میں ڈالدے ڈرنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ باوجود ہمراہی پشت
پناہ عالم ایسے غار میں جو ایک محفوظ مقام سمجھکر مامن بنایا گیا تھا - بزدل
لوگوں کا کلیجہ دہل گیا اور رسولؐ کے منع کرنے پر بھی ایسی چانچ چانچ کر چیخنے
لگا ہیں یا الفت قوم مین افشاء راز کرنے کیلئے مکاری سے ایسے رونے
دھوے کہ اس ہائے وائے کو سنکر اگر کفار وہاں آجاتے تو عجب نہ تھا
مگر خدا نے اُن کے کان گنگیا دیے اور وہ رسولؐ کو نہ پا سکے یہی وجہ تو تھی
کہ برائے تبلیغ سورہ برات اُن کو دے کر اور پھر اُس شاندار خدمت سے
اُن کو معزول کر کے خدا اور رسولؐ نے اس امر کا اظہار کر دیا کہ یہ وہی بزرگوار
ہیں جو ڈر کے مارے غار میں ہی اپنی قربنائے لیتے تھے ان کو پہچان لو اور

سمجھ لو کہ کسی امانت داری دین سے یہ لایق عزل بلکہ نالایق محض اور وہ شخص جو نڈر ہو کر تلوار ہاتھ میں لئے تن تنہا کوہ ابوقبیس پر علانیہ کفار سے تبرا کر رہا ہے قابل نصب اور وارث رسول ہے ان آیات مذکورہ بالا کو بغور دیکھنا چاہیے کہ جناب باری وحضرت رسولؐ نے زبانی نفس رسولؐ کی کفار سے کس شدومد سے تبرا کیا - اسی طرح جناب اقدس الٰہی اپنے مقدس کلام میں جابجا اپنے اور اپنے انبیا و ملائکہ اور تبرا کرنے والونکی تبرا کرنیکا باعلان ذکر فرماتا ہے جیساکہ آیات ذیل سے ثابت ہوگا اور اپنے مخاطب خاص تعینی جبیب باختصاص کو تبرا کرنے اور اسُ کے اظہار فرمانے کا صریح حکم دیتا ہے چنانچہ سورہ انعام میں فرماتا ہے کہ

قل انما ھو الٰہ واحد وانتی بری مما تشرکون - یعنی اے رسول کہدو کہ وہ معبود تو یکتا ہے اور جن چیزوں کو تم اسکا شریک قرار دیتے ہو میں انُ سے تبرا کرتا ہوں - یہاں تبرا کرنے اور پھر اسُکا اظہار فرمانے کا حکم دیا گیا تو غور کرنا چاہیئے کہ آیا یہ حکم محض آنحضرت کے سنانے کو ہی تھا یا رسول اللہ پر اسکی تعمیل بھی واجب تھی اور اگر واجب تھی اور رسولؐ نے ایسا کیا تو امت کو حکم خدا وعمل رسولؐ کے خلاف عمل کرنا کس طرح روا ہو سکتا ہے - اگر کسی سے باعلان و باللسان تبرا کرنا مذموم ہے تو معاذ اللہ خدا ورسول پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حج اکبر کے روز ونیز اس کے علاوہ ایسے ہی مواقع پر بحکم خدا علانیہ تبرا کیا گیا جس کی تائید میں چند آیات پیش کی جاتی ہیں چنانچہ سورہ یونس میں ارشاد ہوتا ہے - کہ

انتم بریئون مما اعمل وانا بری مما تعملون یعنی جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اس میں براءت رکھتا ہوں - یا سورہ شعرا میں فرماتا ہے کہ

فان عصوک فقل انی بری مما تعملون یعنی پھر اگر وہ تمہاری نافرمانی

کریں تو کہدو کہ جو کچھ عمل تم کرتے ہو اُس بیں بری ہوں یا سورہ ہود میں فرماتا ہے کہ قل انی افترینہ فعلیؔ اجرامی و انا بری مما تجرمون۔
یعنی کہدو کہ اگر میں نے (قرآن) بنا لیا ہے تو اُس کا گناہ میرے ذمہ ہے اور جو گناہ تم کرتے ہو اُس سے میں بری ہوں۔

ان تمام آیات سے خدا و رسول کا باعلان تبرا کرنا ظاہر و ثابت ہے اب اس میں کسیکو چون و چرا کرنے کا حق نہیں ہے کہ رسول اُنے بحکم خدا جب قابل تبرا اشخاص۔ قابل تبرا اشیا اور قابل تبرا عقاید سے تبرا کیا اور اسکو ظاہر فرمایا تو کسی امتی کو اُس کے مذموم یا ناقابل عمل سمجھنے یا کہنے میں مخالفت خدا و رسول خدا کی سزا سے برات نہیں ہو سکتی

اب یہاں سے وہ آیات ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں جن میں جناب باری نے انبیاء ماسبق کے تبرا کرنے کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ سورہ انعام میں ہے کہ جناب ابراہیم نے آفتاب و ماہتاب و ستاروں کو طلوع کرتے اور غروب ہوتے دیکھ کر فرمایا کہ
یقوم انی بری مما تشرکون یعنی اے میری قوم بیں تو ان سب چیزوں سے جن کو تم شریک خدا گردانتے ہو بری ہوں۔ یا سورہ توبہ میں ارشاد ہوا ہے کہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ یعنی اس (ابراہیم) پر جب یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ (اُنکا چچا) خدا کا دشمن ہے تو اُنھوں نے اُس سے تبرا کیا۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے شخص اقرب یعنی چچا سے بھی بوجہ اُس کے عدو اللہ ہونے کے تبرا کرنے میں تامل نہیں کیا اور اپنے اعزا و اقربا کے مقابلہ میں بھی محافظت ملت اور اطاعت حضرت صمدیت کو مرجح و واجب سمجھا جیسا کہ لازم تھا۔ چہ جائیکہ نعوذ باللہ وہ حضرت منشاء جناب اقدس الہٰی کی پروا نکر کے اپنے چچا سے تبرا نہ کرتے۔ اور اسی طرح شیطان سے بھی باوجود اُس کے دشمن خدا ہونے کے بیزار ہونے

نیز ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعترتہ وسلم اگر اپنے چچا ابولہب سے جو سر
جیش کفار قریش تھا بباعث قرابت یا اس سبب سے کہ وہ ایک دشمن قوی تھا
تبرا نکرتے اور یگانگت وقرابت کو ملحوظ رکھتے اور ایسا ہی اُن کے جد امجد حضرت
ابراہیم نے کیا ہوتا تو ملت ابراہیمی و دین محمدی کا کہیں نشان صفحہ روزگار پر
نظر نہ آتا - ہزار ہزار افسوس ہے کہ نام کے مسلمان اپنے اُن آبا واجداد کی عیب
پوشی ومحبت میں جنھوں نے حالت کفر میں اسلام وپیغمبر اسلام کے ساتھ کوئی
دقیقہ عداوت وعناد فروگذاشت نہیں کیا اور اموال غنیمت کی طمع اور اسلامی
حکومت کی ہوس میں اور نیز اس غرض سے کہ مسلمانوں میں مل جل کر آسانی
سے اُس اسلام کی بیخکنی کریں جس کی مخالفت میں اُن میں سے اکثر کافرونکی
سرکوبی کی گئی تھی ظاہری طور پر اسلام لائے اور بوجہ اپنے نفاق باطنی
کے جو اکثر مواقع پر اُن کی فطرت وخست سے ظاہر بھی ہوا مستوجب تبرا
رہے اور اُن سے تبرا کرنے کا اظہار کیا گیا آج باوجود حکم خدا وعمل رسول
تبرا کو مذموم وناقابل عمل جانتے ہیں اور حقیقتاً یہ اپنے اُنہیں آبا واجداد
کی سنت جاہلیت پر قایم اور اُنکی طرح نمایشی اسلام قبول کرنے والے ہیں
ورنہ یہ کسی طرح ممکن نتھا کہ سچے مسلمان ہو کر بانی اسلام کے افعال کو عبث
وغیر مستحسن سمجھتے - ان مسلمانوں نے حسبنا کتاب اللہ کا ادعا کرنے پر بھی کچھ
اس کے احکام کی پابندی کا لحاظ نہیں کیا اور اپنے بزرگوں کے اُنھی پرانے
دھرم شاستر پر عمل کرتے رہے جن کے ایک ادنی سے اصول اور معمولی
سے جملہ لا نورث بعدی نے وہ فتنہ وفساد اور کفر والحاد پھیلایا کہ پیغمبر
رحمت کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے
اور اُن فساق وفجار نے اپنے کو حاکم ووالی اسلام ثابت کرنے
کے لیے اپنی طرح انبیا کو غیر معصوم ومعاذ اللہ خاطی اور جناب اقدس
الٰہی کو غیر عادل ونعوذ باللہ مرتکب معاصی ثابت کیا حالانکہ ایسے ہی

مفاسد کے انسداد اور مفسدوں سے تبرا کرنے کے لئے اور کتب آسمانی کی تعلیم دی گئی۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا انبیا نے اس پر عمل فرمایا۔ چنانچہ کلام مقدس میں ہے کہ کہا ہودؑ نے اپنی قوم سے کہ

انی اشہد اللہ واشہدوا انی بری مما تشرکون ۵ یعنی میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں اُن سے تبرا کرتا ہوں جن کو تم اللہ کا شریک گردانتے ہو۔ اس ارشاد میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ بڑے لوگوں یا بدعقیدوں سے تبرا کرنا ایسا مستحسن و ضروری ہے کہ جناب ہود علیہ السلام نے اُس پر خدا اور اپنے مخاطب لوگونکو گواہ کیا ہے اور اس سے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اے لوگو دیکھو کہ اُن اشخاص اور اُن اشیا سے جن کو تم خدا کی ذات میں شریک گردانتے ہو بحیثیت الوہیت یا شرکت معبودیت میں تبرا کرتا ہوں اور اس پر خدا کو اور تمکو شاہد کرتا ہوں تاکہ تم بھی ایسا ہی کرو اور گمراہی سے باز آو۔ یعنی آپ ظاہر فرماتے تھے کہ ایسے لوگوں سے بیزار و آزاد ہونا ایسا اچھا عمل ہے جس پر میں خدا کو گواہ کرتا ہوں ورنہ کسی فعل قبیح پر کوئی شخص کسی کو شاہد نہیں کیا کرتا

یا جناب قدس الہی فرماتا ہے کہ واذ قال ابراہیم لابیہ وقومہ اننی انا برءٓ مما تعبدون یعنی اور اسوقت کو یاد کر وجبکہ ابراہیمؑ نے اپنے چچا اور اپنی قوم سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو اُن سے تو میں تبرا کرتا ہوں۔ یا سورۂ الممتحنہ ارشاد ہوتا ہے کہ

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ اذ قالو لقومہم انا برءٓا منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدًا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ یعنی تمہارے لئے ابراہیم اور اُن لوگوں کی باتوں میں جو اُن کے ساتھ تھے اچھا نمونہ موجود ہے جس وقت کہ اُنھوں نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ ہم تم سے اور اُن

اور ان چیزوں سے جنکی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو یقیناً تبرا کرتے ہیں۔ ہم تم سے علیحدہ ہو چکے اور جب تک تم خدائے یکتا پر ایمان نہ لے آؤ ہمارے اور تمھارے درمیان علانیہ دشمنی اور عداوت ہی۔

اس عبارت سے تبرآ کا استحسان و وجوب کس درجہ ثابت ہوتا ہے اور اس کلام میں تبرا کے مطالب و معانی کی کس قدر تشریح کی گئی ہے کہ تبرا ایسا فعل ہے کہ جناب اقدس الٰہی نے تعریفًا و توصیفًا اُس کو اچھے نمونہ سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ کہ دل ہی دل میں کسی سے تبرآ کرنا کوئی چیز نہیں بلکہ علانیہ عداوت و دشمنی کرنے اور اُسکا مخالف کو یقین دلانے کو تبرا کہتے ہیں۔

اسلام کے بعض فرقے اس پر لڑا مرتے ہیں کہ دل میں بھی کسی سے تبرا کیا جائے چہ جائیکہ اسکو ظاہر کرنا اور اسی طرح جلیل اللہ کے اس عمل کو بھی عیاذاً باللہ لغو سمجھتے ہیں جس طرح آنحضرت کا تقیہ کرنا صریح دروغگوئی و کذب پر محمول کیا جاتا ہے۔ مگر کیا اس سے جناب اقدس الٰہی کی ذات طعن و اعتراض سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ نہیں بلکہ جس طرح جناب براہیم کا تبرا کرنا قابل اعتراض و ناقابل لحاظ ہے اسی طرح جناب باری کا اُن کے اس فعل کی تعریف فرمانا اور اُسکو اچھے نمونہ سے تعبیر کرنا بھی معاذ اللہ مذموم و لاطائل ہوا

افسوس ہے کہ ایسے ایسے پوچ عقائد کے لوگ ادعائے مسلمانی کر کر اسلام کو بدنام کرتے ہیں حالانکہ وہ ہرگز ہرگز نعمہائے اسلام سے متنعم نہیں

اب یہاں سے وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں قابل تبرا لوگوں کے اپنے مقلدین سے تبرا کرنے اور مقلدوں کے اُن پیشواؤں سے تبرآ نہ کرنیکی حسرت و پشیمانی اور اظہار و افسوس کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ جناب باری سورۂ بقر میں ارشاد فرماتا ہے کہ

اذ تبرّأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأو العذاب و تقطعت بھم الاسباب و قال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ فنتبرأ منھم کما تبرؤا

منہا یعنی اُس وقت کو یاد کرو جبکہ پیر اپنے مریدوں سے تبرا کریں گے اور
عذاب کو سب دیکھیں گے۔ اور اُن کی نجات کے کل اسباب قطع ہو جائیں گے
اور مرید کہیں گے کہ کاش ہم کو لوٹ کر جانا ملے تو ہم بھی ان (پیروں) سے اُسی
طرح تبرا کریں۔ جس طرح انھوں نے اس وقت ہم سے تبرا کیا ہے۔

اس ارشاد میں قابل تبرا لوگوں سے جن سے یہاں خاص طور سے پیر و مرشد
مراد ہیں۔ تبرا نہ کرنے والوں کی حسرت و پشیمانی کو جناب باری نے کس صراحت سے
بیان فرمایا ہے۔

اُن پیروں سے جو اُس وقت اپنے مریدوں سے تبرا کریں گے ابلیس مراد نہیں
ہے بلکہ وہ شیاطین اور ہی ہیں اور وہ وہی ہیں کہ عذاب کو دیکھیں گے اور اُن
کی نجات کے وہ اسباب جو مسلمانوں کی صورت میں ہونے کی وجہ سے تھے اس وقت
قطع ہو جائیں گے یعنی وہ کھلے ہوئے کفار کی طرح ایسے نہ تھے کہ ذرائع نجات اُن
کے پاس نہ ہوں یا وہ وسائل نجات کو نجانتے ہوں۔ بلکہ اُن کو اچھی طرح تبلا دیا
اور سمجھا دیا گیا تھا کہ دیکھو یہ کتاب کلام خدا اور یہ بزرگ رسولخدا[ص] اور یہ گروہ
صالحین و عادلین سفینہ نجات ہے۔ اُنکی پیروی کرو تو ہرگز گمراہ نہو گے اور
نجات پاؤ گے۔ لیکن اُن کور دلوں کو طمع دنیاوی نے اندھا کر دیا تھا کہ وہ ان کی
مخالفت کرتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ اسباب نجات جو مرتے دم تک اُن کو نجات
کی طرف بلاتے رہے اُسوقت جس کی یہ خبر دی جا رہی ہے اُن کو چھوڑ دیں گے
اور یہ اپنے ظلم و نفاق کی وجہ سے معذب کئے جائیں گے یہ وہی ہیں جن
کے مرید و تابعین و تبع تابعین یہاں تبرا کرنیکو گناہ اور تبرا کرنیوالوں
کو رافضی و گنہگار سمجھتے ہیں اور آخرت میں اسی وجہ سے اس ارشاد
باری تعالیٰ کے موافق تبرا نہ کرنے پر حسرت و پشیمانی کریں گے کہ کاش
ہمکو واپس جانے کا موقع ملے۔ اور ہم ان بے پیر پیروں سے اسی طرح
تبرا کریں جس طرح اب ہم سے تبرا کر رہے ہیں۔ وہ مرید اس وقت اگرافسوس

کہ بعد از وقت سمجھیں گے کہ یہ کمبخت پیر قابل تبرا تھے اور اسی وجہ سے کہ
ان کا ستنو جب تبرا ہونا ثابت ہو جائے انھوں نے دیگر بد لوگوں سے بھی تبرا
کرنے دیا اور اپنے ساتھ اور ونکو بھی جہنم کا سزاوار بنایا۔ مگر یہ حیرت اس وقت
کچھ مفید ہو گی۔

اس کلام بلاغت نظام سے یہ امر بھی واضح ہے کہ وہ مرید تبرا پر عامل ہی
نہ تھے یعنی کسی سے انھوں نے تبرا کیا ہی نہ تھا۔ جب ہی تو وہ ان الفاظ سے اظہار
حسرت کریں گے کہ کاش ہمکو واپس جانے کا موقع ملے اور ہم ان پیروں سے
اسی طرح تبرا کریں جس طرح اس وقت یہ کمبخت پیر ہم سے تبرا کر رہے ہیں ورنہ
اگر وہ اس پر عامل ہوئے ہوتے اور کبھی کسی اور ہی سے انھوں نے تبرا کیا ہوتا
تو وہ اس طرح کہتے کہ کاش ہمکو واپس جانے کا موقع ملے کہ ہم ان پیروں
سے اسی طرح تبرا کریں جس طرح ہم نے اوروں سے تبرا کیا۔ نیز اس سے
یہ بھی ثابت ہے کہ وہ گروہ جو کسی سے بھی تبرا کرنے پر عامل ہے اس ارشاد
سے بے تعلق ہے۔ ورنہ اس مقام پر یہ عبارت ہوتی کہ کاش ہمکو واپس
جانے کا موقع ملے کہ ہم ان قابل تبرا پیروں سے اسی طرح تبرا کریں جس طرح
ناقابل تبرا لوگوں سے ہم تبرا کرتے تھے

اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جناب باری اس واقعہ کو یاد دلاتا یعنی
تنبیہ کرتا ہے کہ دیکھو ہوشیار رہو آگاہ ہو جاؤ کہ ایسا ہونے والا ہے اور ان
لوگوں کے فریب میں نہ آؤ جو خود قابل تبرا ہونے کی وجہ سے عام طور پر بد
لوگوں حتی کہ شیطان سے بھی تبرا کرنے کو منع کر رہے ہیں پھر جناب اقدس الہی
اسی کی تائید میں سورہ قصص میں فرماتا ہے۔ کہ

قال الذین حق علیہم القول ربنا ھؤلاء الذین اغوینا اغوینا ھم
کما غوینا تبرانا الیک یعنی اس وقت وہ لوگ جن پر ہمارا قول ثابت ہو جائے
گا یہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار یہی ہیں وہ جن کو ہم نے بہکایا ہم نے

اُس کو اسی طرح بہکایا جس طرح ہم خود بہک گئے تھے اب ہم تیرے حضور میں ان سے تبرا کرتے ہیں

اس مقام پر کس قدر صراحت کے ساتھہ راہ راست سے ہٹانے والے پیر پیروں کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ لوگ اپنے تابعین اور پابند سنت جماعت کو بتلائیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جن کو ہم نے بہکایا تہا اور اب ہم اُن سے تبرا کرتے ہیں یہی وہ وقت ہوگا جبکہ مرید افسوس کریں گے۔ لیکن نہ اُن پیروں کا اسوقت تبرا کرنا کچھہ سودمند ہوگا اور نہ مریدونکی پشیمانی فائدہ بخشے گی۔ اور بدلوگوں بدعقیدوں اور بدچیزوں سے تبرا کرنے والے اور تبرا نہ کرنے دینے والے عذاب بد سے بھی بریت حاصل نہ کرسکیں گے۔ اور اُسوقت اُن کو کسی امر پر ہٹ دہرمی سے اصرار و اجماع کر لینے کی حقیقت معلوم ہوگی۔

اب وہ اصحاب کہ جو شیطان سے بھی تبرا کرنا گناہ سمجھتے ہیں ان آیات کو ملاحظہ فرمائیں جن میں خود ابلیس اپنے تعلیم دے ہوئے لوگوں سے تبرا کر رہا ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ سورہ انفال میں فرماتا ہے۔ مذمت کرتا ہے اترانیوالوں اور خدا کی راہ سے روکنے والونکی اور ارشاد کرتا ہے کہ

وقال انی بری منکم یعنی کہا (شیطان نے) کہ میں تم سے بری ہوں یا سورہ حشر میں فرماتا ہے۔ کہ

کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک یعنی اُن منافقوں کی شیطان کی سی حالت ہے جس وقت اس نے کہا کہ تو کافر ہوجا تو جب وہ کافر ہوگیا تو یہ کہدیا کہ میں تجھہ سے الگ ہوں یعنی تبرا کرتا ہوں۔

یہاں اُنہیں لوگوں کو شیطان سے تمثیل دی گئی ہے جو مندرجہ بالا و مذکورہ صدر آیات میں پیر بتلائے گئے ہیں۔

غور کرنا چاہیے کہ شیطان خود ہی گمراہ کرتا ہے اور پہر خود ہی گمراہوں سے تبرا کرے گا۔ اسی طرح جیسا بیان ہوا پیر خود ہی اپنے مریدوں کو راہ

ضلالت پر لگاتے ہیں اور خود ہی اُن سے تبرا کریں گے یہی وجہ ہے کہ وہ
مثل شیطان کے مبتلائے غم ہیں

لیکن رہے دینداری کہ اس پر بھی بعض پکے مسلمان اور سنت کے شیدائی
ارشاد باری تعالیٰ کو قابل توجہ و لائق تعمیل نہیں سمجھتے - اور شیطان سے ہمدردی
و یگانگت قائم رکھ کر دین اسلام پر ثابت قدمی کا دعوے کرتے ہیں لیکن
اگر وہ شیطان سے تبرا کریں تو لامحالہ اسکی امثال سے بھی تبرا کرنے کی ضرورت محسوس
اور اُن کی تلاش درپیش ہو گی - اور پھر بڑے بڑے خود ساختہ بزرگان دین
کی قلعی خود بخود کھل جائے گی - لہذا یہی مناسب سمجھا کہ خواہ مخالفت خدا و رسول
ہی کیوں ہو اور دین سے ہی کیوں نہ دست بردار ہونا پڑے مگر دیدوں سے
چاہے وہ شیطان یا مثل اُس کے ہی کیوں ہوں تبرا نہ کریں

ہمکو تبرا کے متعلق عملی حیثیت میں انبیائے سلف کے طرز عمل کی عموماً اور اپنے
سید و سردار اشرف المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عملدرآمد
کی خصوصاً تاسی لازم ہے - کہ آنحضرت نے صرف تبرا بالقلب و باللسان پر اکتفا
نہیں کی بلکہ اس سے بھی تجاوز فرما کر ہاتھ سے وہ عمل کر کے دکھلا دیا کہ جس سے
آپ کا تبرا بالقلب کرنا ثابت ہو گیا جیسا کہ بتوں کو توڑنا - بتکدوں کو ویران
کرنا اور کفار و مشرکین سے مقاتلہ و مجادلہ فرمانا - ممکن تھا کہ حضور زبانی ہی
تبرا کرنے پر اکتفا فرماتے اور بتوں کے ساتھ وہ عمل نہ کرتے جیسا کہ کیا اس
لئے کہ اگر بت نہ توڑے جاتے اور صرف نکال کر پھینک دئے جاتے تاہم اُن
میں اسکی قابلیت کب تھی کہ وہ کسی کو بہکاتے یا گمراہ کرتے مگر آنحضرت نے اس
غرض سے ایسا کیا کہ نہ صرف زبانی بلکہ عملی حیثیت سے بھی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ
کے مطالب و مقاصد کو سمجھا دیا جائے کہ مخالفین سے اس طرح بیزار و آزاد ہونے
یعنی تبرا کرنے کی ضرورت ہے اور برے لوگوں یا بری چیزوں کو نہ فقط
برا سمجھنا کافی ہے بلکہ ضرور تاً اُن کی برائی کا اظہار و اثبات بھی لازم ہے

اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ بحالت عدم استعمال تبرا مجرداً تولا پر عمل کرنا
ایک فعل لاطائل و کار بے حاصل ہے اور بلا التزام تبرا و تولا کوئی شخص حدود
اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی کو حافظ شیراز نے اس طرح کہا ہے کہ ع

بدشمنان منشیں حافظا تبرا کن   نجات خویش طلب کن بجان شہ نجف

اس میں حافظ نے بھی پہلے تبرا کو ذکر کیا ہے اُس کے بعد ولایت کی ہدایت
کی ہے جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے اسی طرح لعنت کے متعلق بھی سمجھنا چاہیے
کہ جیسا بیان کیا گیا ہے۔

لعنت تبرا کا ایک خاص نتیجہ ہے بلکہ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا بہتر
ہو گا کہ تبرا کی تکمیل ہی کو لعنت کہتے ہیں جس کے معنی اظہار نفرت و بد دعا
کرنے کے ہیں اور اس سے وہی منشا ہے کہ تبرا باللسان کو لعنت کہتے ہیں اور
اسی وجہ سے تبرا کی طرح لعنت پر بھی جناب اقدس الہی انبیا۔ ملائکہ اور
مومنین نے عمل فرمایا اور فرماتے ہیں جیسا کہ کتاب مقدس میں جابجا مذکور ہے
چنانچہ سورہ بقر میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وقالو قلوبنا غلف بل لعنہم اللہ بکفرہم یعنی کہا انھوں (کافروں اور
مشرکوں) نے کہ دل ہمارے غلاف میں ہیں بلکہ اُن کے کفر کی وجہ سے خدا نے
اُن پر لعنت کی۔ یا مذکور ہے کہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین یعنی پس لعنت خدا
کی کافروں پر ہو یا ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللٰعنون یعنی لعنت کرتا ہے اُن پر خدا اور لعنت
کرتے ہیں اُن پر لعنت کرنے والے۔

ان آیات سے جناب باری کا لعنت فرمانا کس قدر صراحت کیساتھ ظاہر
ہوتا ہے اور نہ صرف جناب باری بلکہ ماسوا اس کے اور لوگوں کا بھی جو لعنت
کرنے والے بتلائے گئے ہیں اور یہ ثابت ہے کہ وہ لوگ صرف انبیا ہی نہیں
ہیں بلکہ عامہ ناس بھی ہیں کہ جن میں کسی خاص طائفہ کو مخصوص نہیں کیا گیا اور

وہ بموافقت جناب باری مستوجب لعن لوگوں پر لعنت کرتے ہیں اور یہ
امر بھی قابل توجہ اور لایق غور ہے کہ جناب اقدس الہٰی نے کفار و مشرکین
کے واسطے ہی اسکو محدود نہیں فرمایا بلکہ جس طرح کفار و مشرکین پر لعنت کی ہے
اسیطرح اور لوگونپر بھی لعن فرمائی ہے جنکو بلقب کفار یاد نہ کرنے سے
ثابت ہوتا ہے کہ اُن کو وہ خود یا عوام الناس مسلمان جانتے ہیں اور اس سبب سے
جناب باری نے کفار و مشرکین سے علیحدہ در پردہ اُن پر لعنت کی ہے جس طرح
مخفی طور پر وہ منافقین دائرہ اسلام سے خارج ہیں تاکہ سمجھنے والے سمجھہ لیں
کہ گو عوام الناس اُن کو مسلمان اور نہ صرف مسلمان بلکہ خلیفۃ الاسلام و امیر
المسلمین جانتے ہیں اور وہ خود بھی اپنے کو ایسا ظاہر کراتے یا اپنے زعم
باطل میں ایسا سمجھتے ہیں اور لوگوں سے جبرًا تسلیم کراتے ہیں لیکن درحقیقت وہ
ایسے ہیں کہ اُن پر خدا۔ اُس کے فرشتے اور لعنت کرنے والے لوگ لعنت کرتے
ہیں۔ اس سے اس قول کی بھی تردید ہوتی ہے کہ اہل قبلہ پر لعن کرنا اس وجہ
سے جائز نہیں ہے کہ ممکن ہے کہ انھوں نے کسی وقت اپنے افعال سے توبہ کرلی
ہو تو وہ لعنت اپنے فاعل کی طرف عود کرے گی اس سبب سے کہ اہل قبلہ کے ایسے
اعمال کہ جنھوں نے اُن کو درجہ ارتداد میں پہنچا دیا ہو ہرگز اس قابل نہیں
ہوسکتے کہ توبہ کر لینا اُنکو فائدہ پہنچا سکے بلکہ وہ تو کفار سے بھی زیادہ مستوجب
لعن وطعن و سزا وار عذاب و عقاب ہو جاتے ہیں چنانچہ ایسے لوگوں پر
دوامی لعنت کی گئی ہے کہ جو اسلام سے مشرف ہوئے نبوت و رسالت
پر شہادت دی اور پھر بہوس دنیا اسلام سے روگردانی کر گئے گو ظاہر میں
ادعاء اسلام کرتے رہے اور حاکم شریعت و خلیفہ اسلام بن بیٹھے جیسا
کہ جناب باری اپنے مقدس کلام میں فرماتا ہے۔ کہ
کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول
حق وجاءھم البینت واللہ لا یھدی القوم الظلمین اولئک

جزاؤھم ان علیھم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین خالدین
فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون یعنی کس طرح خدا راہ
دکہاوے اُس گروہ کو کہ کافر ہوگیا بعد ایمان لانے کے اور بعد اس کے
کہ شہادت دی کہ پیغمبر حق پر ہے اور بعد اُس کے کہ آئیں اُنپر حجتیں۔ اور خدا نہیں
ہدایت کرتا ستمگاروں کو اُس گروہ کی یہی سزا ہے کہ اُس پر فرشتوں اور آدمیوں
کی سب کی لعنت ہو اور وہ ہمیشہ لعنت میں رہیں اور نہ تخفیف کی جاوے گی
اُنپر عذاب کی اور نہ دیجاوے گی اُنکو مہلت۔
اس آیہ کے دقیق معانی پر غور کرکے تاریخ اسلام کی طرف توجہ کرنا
لازم ہے کہ وہ کونسا گروہ مسلمانوں میں ہے جو اسلام لاکر بازگشت کر گیا
اور بعد اقرار رسالت صلح حدیبیہ جیسے واقعہ کی طرح انہی مرتبہ نبوت میں شک
اور انکار کیا کہ جس سے تادم واپسیں اُن شکوک وشبہات کے قلب میں جاگزیں
رہنے کا سچا یقین ہوتا ہے۔ یعنی جو لوگ ہمیشہ نفاق وظلم کے ہی عادی رہے
کبھی اپنی تندمزاجی اور درشت خوی میں تخفیف نہ کی اور اپنے جور وجفا
سے مظلوموں کو کبھی مہلت نہ دی کسیکو اُسکا گھر جلا دینے کی دھمکی دینا کسی کے مکان کے
در و دیوار کو منہدم کر دینا۔ کسی بیگناہ کو رسن ظلم سے باندھنا اور کسی
مستحق کے حق جائز کو غصب کر لینا یعنی کسیکو دادرسی چاہنے پر باوجود خود
ہی مدعا علیہ ہونے کے خود ہی مجوز بن بیٹھنا اور اُس سچے دعوے کو ڈسمس
اور علانیہ بے ایمانی کرنا۔ غرض اسلام کے ہر ایک منشا کی مخالفت میں
کوتاہی نہ کرنا ہمیشہ اُن کا شعار رہا وہی لوگ ہیں جن کا اس ارشاد میں
ذکر کیا گیا ہے۔ بہ ظاہر کفار ومشرکین نہیں بلکہ مسلمان ہیں اور مسلمان
بھی ایسے زمانے اور ایسے گروہ کے کہ مصلحتاً جنکو جناب باری نے نام
بنام نہیں بتلایا کہ اول فلاں۔ دوم فلاں اور سوم فلاں بلکہ جس طرح
وہ چھپے ہوئے کافر اور مشرک ومنافق ہیں اسی طرح درپردہ اُن کی

شناخت کرادی گئی ہے اور انہیں پر خدا - ملائکہ اور لعنت کرنے والوں کی دوامًا
لعنت ہوتی رہی ہے - ہو رہی ہے - اور ہوتی رہے گی - مگر خدا اور ملائکہ کا لعنت
کرنا تو ظاہر نہیں ہوتا - البتہ انسانوں کا لعن و نفرین کرنا ایسا امر ہے کہ جس کا اظہار
ہوتا ہے تو اب دیکھنا چاہیے کہ حسب فرمان ایزد منان کون گروہ ایسا ہے جو مستوجب
لعن لوگون پر لعنت کرتا ہے اور وہ کون سی جماعت ہے جس پر لعنت کی جاتی ہے
اور وہ کونسا فرقہ ہے جو اسکو قبیح جانتا ہے - غور طلب یہ امر ہے کہ اس ارشاد میں
جناب اقدس الہی نے لفظ اجمعین سے دو گروہ قایم کروے ہیں ایک ان میں فرقہ
لاعنین اور دوسرا طائفہ ملعونین یعنی وہ لوگ جو ہمیشہ سزاوار لعن اشخاص پر لعنت
کرتے اور اس عمل کو مستحسن و محمود ملکہ ضروری جانتے ہیں فرقہ لاعنین میں ہیں جنکو
بخطاب مومنین جناب باری نے مخاطب فرمایا ہے اور وہ لوگ جو اس فعل کو ناقابل
عمل و ناجائز جانتے ہیں گروہ ملعونین میں داخل ہیں جنکو ملقب ظالمین ملقب کیا گیا
ہے اور چونکہ جناب باری خود اس کا عامل ہے اور اسکو مومن بھی کہتے ہیں لہذا
فرقہ لاعنین مومنین اس سے منسوب ہے اور فرقہ ظالمین ملعونین کا سرگروہ و سرغنہ
شیطان ہے اس لیے کہ وہ ایسا ظالم ہے کہ جس پر جناب اقدس الہی نے اپنے مقدس
کلام میں لعنت فرمائی ہے جیساکہ سورۂ نساء میں ہے کہ
وان یدعون الا شیطٰنا مریدا لعنۃ اللہ - یعنی اور (مشرکین) نہیں پکارتے
ہیں مگر شیطان سرکش کو جس پر خدا کی لعنت ہے - یا سورۂ ص میں جس وقت کہ
ابلیس نے آدم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اسوقت کے متعلق فرمایا ہے
کہ استکبرت ام کنت من العالمین فاخرج منہا فانک رجیم وان علیک
لعنتی الی یوم الدین یعنی تو نے تکبر کیا پس نکل جا تو آسمانوں میں سے پس تحقیق
کہ تو راندہ گیا ہے اور تحقیق کہ قیامت کے روز تک تجھپر میری لعنت ہے -

اب وہ مدعیان دینداری جو کسی پر بھی حتی کہ شیطان پر لعنت کرنا گناہ
جانتے ہیں غور کریں کہ وہ ان دونوں فرقوں میں سے کس فرقہ میں شامل ہیں

اور وہ لوگ کس گروہ میں داخل ہیں جو قابل لعن لوگوں پر لعنت کرنا جزو ارکان مذہب جانتے ہیں اور متابعت جناب احدیت ہمیشہ سزاوار لعن اشخاص پر لعنت کیا کرتے ہیں

سمجھ لینا چاہئے کہ وہ لعنت کنندگان انہیں بزرگواروں کے پیرو اور تابع ہیں جو موافقت جناب باری و ملائکہ ہیں ہمیشہ کافرین و منافقین پر علانیہ لعن و نفرین کرتے رہے اور اُن کے خلاف گروہ والے اُنکی سنت پر ہیں جن کی بابت جناب اقدس الٰہی فرماتا ہے کہ ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار اولئک علیھم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین یعنی بحقیق وہ لوگ کافر ہوگئے اور مرگئے ان پر خدا فرشتوں اور لوگوں نے سب نے لعنت کی ہے یہاں اہل قبلہ پر جواز لعن کی اس طرح تائید ہوگئی کہ وہ لوگ کافر ہوگئے اور کافر ہوجانا ایمان لانے کے بعد ہوسکتا ہے ورنہ اگر پہلے ہی سے کافر تھے اور سلسلۂ کفر ختم ہوا تھا تو اب کافر ہوجانا مہمل بات ہے پس کافر ہو کر مرگئے اور توبہ واقع ہوئی اور نتیجہ ہوا کہ خدا۔ ملائکہ اور سب لوگوں نے جو ایسوں پر لعنت کرنے کے عادی ہیں اُنپر لعنت کی۔ یہ ایک مکر آمیز فقرہ ہے کہ اہل قبلہ پر لعنت کرنا حرام ہے تاکہ منافقین کو پردے میں لعنت سے محفوظ کیا جائے جو مسلمانوں کی صورت میں ہیں اور اسی وجہ سے ہمنے اسُ پر تنقید کی ہے۔ ورنہ حقیقتاً جو مسلمان اور اہل قبلہ ہیں اُن پر کوئی مسلمان کس طرح لعنت کرسکتا ہے اور اگر کرے تو وہ ضرور اپنے فاعل کی طرف عود کرے گی۔

ایسے مسلمان اور ایسے لاعنین کو بُرا جانتے ہیں یا تو کلام الٰہی پر یقین ہی نہیں رکھتے یا کسی خاص مصلحت سے بالتخصیص اس امر میں وہ متابعت حق تعالیٰ کو مناسب و جائز نہیں جانتے اور ان دونو صورتوں میں وہ اسلام سے خارج ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو جناب باری کو صفت عدل سے معاذ اللہ مبرا جانتے ہیں اور اُن کے نزدیک اُسکا کلام صحیح اور نعوذ باللہ غیر صحیح دونوں حالتوں سے تعلق رکھتا ہے۔

درانحالیکہ ایسے لوگ شیطان سے تبرا یا اُسپر لعنت کرنا مذموم جانتے ہیں یہ اعتقاد

کرنا بھی گناہ سمجھتے ہونگے کہ ابلیس مخالفت خدا کی سزا پائے گا - لہذا اندریں صورت
اُن کو یہ امید ہی نہ رکھنا چاہیئے کہ اعمال صالحہ بجا لانے اور افعال قبیحہ سے بچنے
میں بارگاہ الٰہی سے جزائے خیر ملے گی اس لئے کہ جب خدا میں صفت عدل نہیں
ہے تو ممکن ہے کہ معاذ اللہ وہ ظلم کرے اور شیطان کی طرح اُن کو بھی اُن
کے اعمال کے مطابق عمل نہ کرے لہذا دنیا میں متقی و پرہیزگار یا درویش و
صوفی درویش بنکر لذات دنیا ترک کرنے انواع و اقسام کی تکالیف اٹھانے
اور زہد و ورع میں آرام نہ پانے سے کیا حاصل - ان امور میں بھی انہیں
خود کردہ بزرگان دین کی تاسی کیوں نہ کی جائے جنہوں نے اس بدیقینی کی
وجہ سے یا بحالت یقین عمداً حق پوشی کرکے بلا لحاظ جائز و ناجائز و حلال و
حرام اسلام ہر طریقہ سے جاہ و ثروت دنیا کی حاصل کرتے ہیں کبھی کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں کیا اور عمر بھر حق اللہ و حق العباد کے ہزارہا مظلمہ اپنے سر لیتے
رہے - ترویج دین حقیقی میں کبھی کسی قسم کی زحمت یا مذہبی خدمات انجام دینے
میں کوئی تکلیف و مصیبت نہیں اُٹھائی دین کے کسی معاملہ میں اپنی جان اپنی اولاد
اور اپنے مال یا آبرو پر آنچ نہیں آنے دی اور کسی حالت اور کسی وقت میں
راحت و آرام سے مُنہ نہیں موڑا - ہمیشہ عیش و عشرت شاہانہ و جاہ و ثروت
خسروانہ میں بسر کی جہاں کہیں جان کی بازی لگی ہٹتے پھرتے نظر آئے اور جس جگہ
کچھ پیٹ بھرنے کا سہارا دیکھا مُنہ پھیلائے ہوئے آ منڈلائے اپنی خاندانی جہالت
کی حرکتوں اور بارد نجی بد صحبت کی وجہ سے بچپن کی بگڑی ہوئی عادتوں سے
کبھی نہ چوکے اور سہ

چہل سال عمر عزیزت گذشت　　مزاج تو از حال طفلی نگشت

کے مصداق ہونے سے مرتے وقت تک باز نہ آئے - یا تو وہ دین اسلام
کی حقیت پر یقین اور خدا و رسول سے شرم اور خوف ہی نہ رکھتے تھے جو اس
طرح بلا خوف و خطر جو چاہتے تھے کر گذرتے تھے اور یا بحالت یقین ایسا کرنے کی

اور ایسے جیرہ چشم تھے کہ علانیہ مخالفت خدا اور رسول کی کرتے تھے اور خدا اور
رسول معاذ اللہ ان کا کچھہ نکر سکتے تھے ایسے لوگوں کو جو احکام خدا و رسول
کی کچھہ وقعت ہی نہ سمجھتے ہوں ایسے ہی خود سر اصحاب کی پیروی کرنا لازم
ہے کہ وہ جو چاہیں شریعت خدا میں تغیر و تبدیل کر دیں اور مستحق کو غیر مستحق اور
غیر مستحق کو ذی استحقاق قرار دیں - کیا عجب ہے کہ وہ روز محشر بھی اپنے ہم جماعت
لوگوں کا شور و شر کرکے باغ بہشت کو غصب اور مجلس جہنم پر قبضہ مخالفانہ کر بیٹھیں یا
اور علی عظیم کو کہ مالک جزو کل ہے بیدخل کرکر جسکو چاہیں داخل جنت کریں اور
جسکو چاہیں اپنے ہاتھہ سے دوزخ کے بھاڑ میں جھونکدیں - افسوس ہے کہ
ایسے بزرگان مذہب تو تمام عمر عیش و نشاط مسرت و انبساط میں بسر کریں اور بیچارے
مرید و تابع تقوی و تصوف کے پھندے میں گرفتار ہوکر انواع نوائب
و مصائب میں مبتلا ہوں اور اس پر بھی اُن بیچاروں کو اُنکا عجیب الخلقت مذہب خدا
کو صفت عدل سے مبرا تسلیم کرا کر اسپر یقین نکرنے دے کہ اُن کا انجام بخیر ہی ہوگا
بلکہ اگر وہ غریب کسی کے کہنے سے اسپر ذرا سا یقین کریں تو اُس کا نازک مزاج
مذہب فوراً اُن پر رفض کا جرم قایم کرکے اور بدعتی کا خطاب دیکر اپنے دار
الخلافت سے نکالدے اور نکریں تو نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم کے مصداق ہونیکے
ساتھہ اصل مذہب سے جو دین اسلام ہے خود رخصت ہو جائیں -

یہ اس کا نتیجہ ہے کہ تبرا کو جو بنیاد دین حقیقی ہے بیکار بات سمجھتے ہیں اور
اُسکے ضمن میں جناب باری کے عادل ہونے سے انکار کرتے ہیں ایسی ہی نا
معقول اور اول بے جوڑ باتوں سے اُنھوں نے اپنے مذہب کو بھول بھلیاں
یا گورکھہ دھندا تیار کیا ہے جس میں پھنس کر انسان کو دنیا و مافیہا کی خبر نہیں
رہتی لیکن جس وقت کوئی باریک بین اور منصف مزاج عیب جس اُن
کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو ہزاروں مدریں چھانٹ ڈالتا ہے جس کا
ایماناً و انصافاً کوئی سچا جواب نہیں ہوتا اور یہی کہکر جان چھڑالی

کے دین داروں کی بدولت اصل دین بدنام ہوتا ہے اور اسی سے اُن کے غیر حقیقی بزرگانِ مذہب کی جو دلی خواہش اس دین کے برباد کر دینے کی تھی پوری ہوتی ہے گویا اُنکے وہ اسلاف جنھوں نے اس دین کے تباہ کرنے میں کبھی دریغ نہ کی ایسی بیج رکھہ گئے ہیں کہ اُس سے آجتک طرح طرح کے نقصانات وصدمات اس دین مبین کو بظاہر پہنچ رہے ہیں اور قیامت تک پہنچتے رہینگے کہ ایک حسبنا کتاب اللہ کے معمولی حملہ نے اسلام کو پارہ پارہ کر دیا ہے مگر کیا واقعی اصل دین اس مفسدے سے متاثر ہوتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ اپنے اور اپنے تابعین کی ہی بیخکنی کر گئے ہیں جس کا نتیجہ حق گو لوگونکی زبانی معلوم ہوتا رہتا ہے اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔

یہ سب اسلام کی بنا یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کے مطالب و معانی سے چشم پوشی کرنے کا سبب ہے ورنہ اگر اُس کے رموز و حقائق اور نکات و دقایق پر بہ اتباع ہادیانِ حقیقی و بامداد عقل و انصاف پابندی کیجاتی تو اسلام کو اسطرح تفریق و تقسیم ہونیکی ضرب نہ پہنچتی۔ اگر بنظر غور و تامل دیکھا جائے تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ تبرا سے تبرا کرنے کی پاداش میں ہی یہ انقطاع ہدایت ہوا ہے اور رہا امر یہ حق و باطل کو مشترک و مخلوط کرنے کی ہی یہ سزا دیگئی ہے کہ ہر شخص گمراہ ہو کر نئی نئی راہ لگ گیا ہے اور اس طرح اسلام کا شیرازہ منتشر و پریشان ہو گیا ہے لیکن جو کوئی جیسا کرے گا اپنے ہی واسطے کرے گا اور اسکی جزا و سزا موافق اعمال و افعال پائے گا۔ اور اصل دین اسلام کو نہ ضرر پہنچا ہے اور نہ کبھی کچہ اُس پر زوال آئے گا۔

اب ہم ایسے بزرگان مذہب کی خود ساختہ بزرگی دینی پر روشنی ڈالتے ہیں جنھوں نے اپنے کو پیشوا سے مذہب تسلیم کرا کر مذہب کی صورت کو مسخ اور متغیر کر دیا ہے اور جن کو لعن و تبرا سے ایک خاص خصوصیت ہے۔

قطع نظر شاہان ماسلف کے فی زماننا ہر سلطنت کے طرز حکومت کو دیکھنا چاہیے
کہ ہر فرقہ ہر سلطنت میں آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی ترویج و ترقی میں
سعی اور اپنے عقیدے کے موافق احقاق حق اور ابطال باطل میں کوشش کررہا
ہے اور جو مذہب جسکو سچا ثابت ہوتا ہے وہ آزادانہ طور سے اُسپر کاربند ہوجاتا
ہے چنانچہ اکثر مسیحی ہندو اور مسلمان مثل خلاف مذہب سلطنتوں میں آزادانہ طور پر
جاتے ہیں۔ لیکن کوئی گورنمنٹ اُنکی مزاحمت نہیں کرتی اور کسی سلطان کی طرف سے
کسی پر یہ بار نہیں ڈالا جاتا کہ اپنا مذہب ترک کرکے مذہب سلطانی اختیار کرو نہ یہ
زور دیا جاتا ہے کہ سواد مذہب شاہی کے کسی دوسرے مذہب کا نام بھی نہ لیا جائے
لیکن اُن خلافتوں پر کس قدر بد اخلاقی کا اسکا الزام عائد ہوتا ہے کہ جن کے دور
میں تحقیق مذہب بدعت و کفر سمجھی گئی ہو اور بجز مذہب خلیفہ وقت کے کسی دوسرے
مذہب کا نام لینا بھی ایسا گناہ عظیم ہو کہ فوراً تلوار آبدار کے گھاٹ اترنا پڑے
یا یہ کہ وہ حکومتیں کفار و مشرکین تک کو مثل بعض آجکل کے ہندوستانی باختیار
ریاستوں کے آزادی دیدیں کہ وہ والی ریاست کے مسلمان ہونے کے باوجود
علانیہ اونچے اونچے شاندار مندر بنائیں اور اُن میں دو وقتہ رام اور مہادیو کے
نام سے گھنٹے اور سنکھ بجائیں لیکن اسلام کے اُس فرقہ کو جو خدا کو عادل جانتا ہو
اپنے طریقہ پر نماز واجبہ تک پڑھنے کی بھی اجازت نہ ہو اور وہ اپنے لئے ڈیڑھ اینٹ
نہیں بلکہ ایک اینٹ کی مسجد بھی نہ بنا سکے اور صرف یہی نہیں بلکہ اگر اُسکی اصلی
مذہبی حالت کا کسی صورت سے اظہار ہوجائے تو وہ سخت سے سخت سزا کا مستوجب
بنا دیا جاتا ہے اور اُس کے ایام غم میں اُس کا دل دکھانے کو شادیاں کی جاتی ہیں
یہ وہی سلطنتیں اور خلافتیں ہیں جو کبھی حکومت و امارت کو دین و مذہب کی آڑ میں
شکار کریں اور بزور حکومت اپنی نفسانی خواہشوں کے موافق اپنی مصلحت دنیا پرستی
کے لحاظ سے اُس دین میں تغیر و تبدل کرکے اُسکو ایک نئی طرز سے رواج دینا اور اپنی
خود مطلبی۔ بدمزاجی اور ظلم و جہالت سے جوش مذہب اور اپنی اولوالعزمیاں دکھاتے ہوں

نگر دوسروں کے کاندھے پر بندوق چھوڑ دے اگر دین حقیقی پر بزور تلوار رواج پانیکا
الزام عائد کرادیں۔ اور جن کے حکمران جبر بہ اسیطرح اپنے کو پیشوائے مذہب
تسلیم کرائیں جس طرح فرعون و دقیانوس یا شداد و نمرود بزور حکومت اپنے کو خدا کہلوانے
اور اپنی پرستش کراتے تھے لیکن ایماناً و انصافاً ایسے لوگ ہرگز ہرگز کسی دین حقیقی کے
مقتدا نہیں ہو سکتے ورنہ اگر کسی دین کے مرشد و مقتدا ہونے کیلئے یہی کافی ہو
کہ سلطنت کے دباؤ یا کسی قسم کے لالچ و طمع کے سبب سے عوام الناس کسی پر اجماع کریں
اور اس طرح کوئی پیشوائے مذہب ہو جائے تو ہر زمانہ کے بادشاہوں کو عموماً اور
زمانہ حال کے سلاطین کو خصوصاً مذہبی مقتدا ہونے کا حق حاصل ہے کہ آجکل عام
تعلیم ہونے کی وجہ سے ہر شخص خوب غور و فکر سے ہر امر میں رائے زنی کرتا ہے
اور سلاطین کے واسطے کونسلوں اور پارلیمنٹوں میں جو بڑے بڑے عقلا۔ لارڈ اور
اہل الرائے اصحاب پر مشتمل ہوتی ہیں کافی غور و خوض کیا جاتا ہے اور ذات و صفات
لیاقت و قابلیت غرض ہر طرح کی تحقیق و پرداخت کے بعد تخت حکومت تفویض
کیا جاتا ہے اور علماء و بشپ مذہبی کتابیں ہاتھوں پر رکھ کر عدل و انصاف کا عہد
و پیمان لیتے ہیں اور ہمیشہ اسکی خاص طور پر نگرانی کی جاتی ہے نہ یہ کہ عوام الناس
و جہال زمانہ اکھٹے ہو کر کسیکو اپنا منڈہ اور چودھری بنالیں اور اسیکو عامہ ناس
اور ارباب حل و عقد اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کرلیں۔ ایسے لوگوں کو جن کے مذہبی
پیشوا ہونے کیلئے ایک یہی شرط کافی ہو کہ جمہور اسپر اجماع کرے جمیع سلاطین
دنیا کے مذہبی حاکم ہونے کی حیثیت سے بیعت کرنا واجب ہے اور اس میں کسی
شخص کو اس شرط پر گنجایش نہیں ہے کہ وہ بادشاہ جس کے مذہبی حاکم ہونیکی
حیثیت سے متابعت کی جائے۔ ہم مذہب بھی ہو اسلئے کہ صدر اسلام کی طرح
جو آج تمام فرق اسلامی کے متحدہ عقائد ہیں ہم اُس کے بالکل خلاف عقیدے رکھنے
اور عملدرآمد کرنے والے خلفاء کے فوٹو اسلامی تاریخ میں دیکھتے ہیں جو کہ
مسجدوں میں بیٹھ کر شراب پیتے اور زنا کرتے تھے اور نہ صرف مسجدیں بہ غرض

پاتی تھیں بلکہ خاص کعبۃ اللہ کی چھت پر بادہ گلرنگ کے شیشوں کے کاگ پر کاگ اوڑتے اور ہینا کی زبانی اسلام کے قل ہو اللہ پڑھے جاتے تھے۔ ان کی طرف سے زنان زناکار بڑی جماعتوں کو دو۔ دو رکعات واجب کے عوض چار چار رکعتیں نشہ شراب میں پڑھا دیتی تھیں اور خوش عقیدہ مسلمان نہایت خلوص و خضوع و خشوع کے پڑھتے تھے اور علماء و فضلاء زمانہ دو دو فٹ کی ڈاڑھیاں ہلا ہلاکر انہیں زانی و شراب خوار بادشاہوں کو امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین کہتے تھے اُن کے یہاں بھائی بہن اور ماں۔ بیٹے کا عقد جائز تھا۔

کیا کوئی ذی عقل و صاحب ایمان کہہ سکتا ہے کہ وہ ادنیٰ درجہ کے بھی مسلمان تھے۔ حاشا و کلا وہ مسلمان ہرگز نہ تھے لیکن جہال کی جماعتی شیٹمونیل نے چونکہ اُن کو حاکم دین بنا دیا تھا۔ لہذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کے تسلیم کئے ہوئے اس زمانہ کے کنگ اور امپھر بھی اسلامی خلافت کے مستحق نہ سمجھے جائیں جو انتہا درجہ کے مہذب و با اخلاق اور تمام بُری باتوں سے محفوظ و معرا ہیں عام اس سے کہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی۔ ہندو ہوں یا پارسی۔

اہل انصاف و صاحبان ایمان ایسے پیشوایان مذہبی کی بابتہ فیصلہ کریں گے کہ جو حکومت کے زور اور دباؤ سے اپنے کو کسی مذہب کا خلیفہ و مقتدا تسلیم کرائیں اور کسی دین میں اُس کے بانی کے مقصد و منشار کے خلاف اپنی جانب سے ہزارہا باتیں ترمیم و ایجاد کر ڈالیں حالانکہ خود ایسے ناقابل ہوں کہ ہر مشکل امر میں دوسروں کی مدد کی احتیاج رکھتے ہوں اور مطلب براری کے لئے خوشامد سے بار بار کہتے ہوں کہ لولا ہو ھلکت انا یعنی اگر فلاں بزرگ نہ ہوتا تو یہ کمترین ہلاک ہو جاتا۔

یہاں اس امر پر غور کرنا لازم ہے کہ وہ شکل مذہب کو کیوں متغیر کر دیتے ہیں اور بحالت اصلی اُس پر کیوں کاربند نہیں ہوتے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ امور دین و معاملات مذہب میں ایجاد و ترمیم یا تغیر و تبدل نہ کریں اور کسی مذہب کو اسکی اصلی صورت پر اختیار کر کے سلطنت دنیا دی کا

پورا لطف لینا چاہیں تو کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں اس لئے کہ دینی و دنیاوی
حکومت میں زمین و آسمان کا فرق ہونے کے علاوہ پابندی منشار مذہب کیوجہ
سے وہی لوگ پیروان مذہب کے مرجع و مطاع ہوں گے جو بانی مذہب سے خاص
خاص تعلقات یگانگت رکھنے کے ساتھ بانی مذہب کی زبانی اُس کے حقیقی قایم
مقام ہوں گے - اور اصل دین میں کسی قسم کا تغیر و تبدل جائز نہ رکھتے ہوئے اُس کا
شایع کریں گے - اور جب ایسا ہوگا تو وہ امارت و سرداری مذہبی جو اُن
اقربا د بانی مذہب کو حاصل ہوگی لامحالہ ریاست ظاہری و خلافت دنیاوی کو بھی
اپنے تحت میں لے لیگی اور پھر خود مطلب لوگوں کی کوئی ناجائز خواہش پوری
نہو سکے گی - اسی وجہ سے مصنوعی پیشوایان مذہب اور وضعی مقتدایان دین
با خود ساختہ قایم مقامان بانی مذہب جبریہ بزور حکومت و خلافت اپنی اطاعت
و تبعیت کرانے کے ساتھ امورات دینی و معاملات مذہبی کو گشتی حکمنامہ جات
کے ذریعہ سے اپنے حسب منشا اس غرض سے تغیر کر کر مذہب کی صورت کو مسخ کر دیتے
ہیں کہ حیثیت و شکل بدلجانے کی وجہ سے اصل و غیر اصل میں تمیز نہو کر یہ ایک دوسرا
ہی مذہب خیال کیا جاتا ہے اور پھر کثیر التعداد تابعین و مقلدین ہو جانے سے اصل
مذہب کا نام و نشان ہی باقی نہ رہے اور اگر رہے تو اسکا وقار و اعتبار نہو اور
اس سلسلہ سے حقیقی پیشوایان و مقتدایان یا اقربا و اعزا بانی مذہب کا کوئی
پرسان حال نہو اور دین کے ساتھ وہ بھی ایسے نیست و نابود ہو جائیں کہ کسی
کو اُن سے بلحاظ اُن کے حقیقی مراتب کے تعارف نہو سکے اور پھر یہ حقوق خلافت
ظاہری اُن کی جانب عود ہی نہ کر سکیں -

یہی ایک خاص چال ہے جو بامداد جہال و اشرار چلی جاتی ہے اور یاروں
کا مطلب باسانی نکل آتا ہے ورنہ عام طور پر جمیع مذاہب کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہبی
امور کی ترویج و تنسیخ یا تحلیل و تحریم کا انحصار امر بالمعروف و نہی عن المنکر
کا دار و مدار بجز خدا - اقنوم یا پیغمبر یا اُن کے لمبے خاص بندوں کی

جن کو پیغمبر - پر امت یا جوگی راج کا مرتبہ حاصل ہو کسی اور پر نہیں
ہوسکتا اور یہ صاحبان بھی بلا حکم معبود کچھ نہیں کر سکتے - ایسی حالت میں
غور کرنا چاہیے کہ اُن کے اوصیا یا نواب جنکو امام - خلیفہ - حواری - کاہن
یا پاپا اور دیوتا کہتے ہیں کس طرح اُس کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ کسی امر مذہبی و
معاملہ دینی میں اپنی ذاتی رائے سے حکم کریں اور جب اُن کو اس کا حق و اختیار نہیں
تو مجتہد و راہب یا جبر درشی کا کوئی عمل جس میں اُسکی ذاتی رائے کا شمول ہی
صرف نہیں بلکہ صریح مخالفت منشاء شریعت ہو کس طرح خطاء اجتہادی سے تعبیر ہو کر قابل
تلافی و لائق معافی ہوسکتا ہے اس لیے کہ مساوی المناصب اشخاص کی رائے یا غلطی
ایکدوسرے کے واسطے اثر پذیر یا ما فوق کی تجویز ماتحت کے لیے نظر ہوسکتی ہے نہ
کہ مفضول کی کج رائی فاضل کے مقابلہ میں خطاء اجتہادی پر محمول ہو کر قابل چشم
پوشی ہی صرف نہیں بلکہ لائق تسلیم و تعمیل امت قرار دیجائے اور تابعین مذہب
کو اس پر کاربند ہونا واجب ہو - مگر ایسے خود مطلب و خود ساختہ مذہب میں
خدا - پیغمبر - امام مجتہد نہیں بلکہ عوام امت کو اس کا اختیار ہوتا ہے کہ جسکو چاہیں
آپس میں شوریٰ و پنچایت کر کے اپنا خلیفہ - چودھری یا مکھیا بنا لیں اور وہ جو کچھ
چاہے اپنے اختیار سے ہٹ دبٹ کر ڈالے اور وہی اُس کے من گھڑت
مضامین سنت کے سانچے پر ڈھل کر ہر شخص کے لیے واجب العمل ہو جائیں تاکہ
بانی مذہب کے وہ اقوال جو اُس نے اپنے معبود کی وحی و الہام سے بیان کیے ہوں
اور بحکم خدا کسی کو اپنا وصی اور امام منذر شریعت تبلایا ہو وہ انفرادی حیثیت
میں باوجود اس کے کہ وہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ
کے حقیقی مصداق کا کلام ہو اجماع امت و کثرت آراء اہل ملت نہیں بلکہ دو
تین اہل غرض لوگوں کی رائے کے مقابل لاشئے ہو جائے اور یاروں کا
وہ افسوں جو مذہب کی آڑ میں دینی جوش کی وساطت سے چلانا چاہتے
ہیں رازداروں کی امداد سے بسہولت چل جائے - وہ اسی غرض سے بڑا ہی

باتو نخو بدل ڈالتے ہیں کہ اصل مذہب باقی نہ رہے اس لیے کہ اگر اسُ کا
وجود رہے گا تو ضرور ہے کسی وقت باطل کا افشا ہو کر خود غرض لوگوں کی
مقاصد میں خرابیاں پیدا ہو جائیں گی اور حق بحقدار رسید کی صورت نکل
آئے گی - چونکہ وہ ارباب ہوس واصحاب طمع خلیفہ دین بننے کے ساتھ حاکم
دنیا بھی ہو جاتے ہیں اس لیے اُن کو آسانی سے اس کا موقع ملتا ہے کہ بذریعہ حکومت
وسلطنت جس امر کو چاہیں جاری کر دیں اور جس رسم کو چاہیں موقوف کر دیں اور
اُسکی عام طور پر پابندی ہوتی ہے - اس سبب سے کہ الناس علی دین ملوکھم
کی رو سے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ وہی امر رائج ہو جاتا ہے اور اُسی کو
سب لوگ پسند کرنے لگتے ہیں -

وہ خود غرض لوگ معمولی معمولی ایجاد وترمیم پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ایسی
ایسی تبدیلیاں کرتے ہیں جو بادی النظر میں نہایت وقیع معلوم ہوتی ہیں اور
اسی وجہ سے بجوش مذہبی ہر شخص اُن کو قبول کر لیتا ہے جیسے کہ کسی خاص حالت
زحمت وخاص وقت میں مذہبی کتاب کا عرصہ تک کھڑے کھڑے دور کرنا کہ ظاہرا
یہ ایک سخت عبادت کہی جاسکتی ہے تاہم چونکہ خلاف حکم وعمل بانی مذہب یہ ایک
ایجاد ہونے کے ساتھ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کے محض مخالف ہی
لیکن صریح بدعت وناجائز ہے مگر عوام کے خیالات ایسی باتوں کی طرف بھی
ہوتے ہیں کہ بیشک یہی مذہب حق ہے جس میں ایسے ایسے سخت اوقات میں
بھی تو ایسی ایسی سخت عبادتیں کی جاتی ہیں اور وہ مذہب ہرگز
سچا نہیں ہے جسمیں ایسی باتوں کا رواج نہیں گو اُسکو بانی مذہب کے ذوالقربی
یا اہلبیت یعنی یگانے اور گھر والے ہی کیوں نہ اختیار کیے ہوئے ہوں - یا وہ
خود ساختہ پیشوا ایسے ایسے امور کو ترک وترمیم کر دیتے ہیں جن کو بانی مذہب نے بمجبوری
بسیار جائز کیا ہو جیسے محل خوف میں اپنی حالت اصلی کو مخفی رکھنا اور انہیں عوام
الناس کو یہ مغالطہ دیا جاتا ہے کہ یہ دروغگوئی ہے اور جھوٹ بولنا جائز نہیں

اور اُس کو عوام وجہال قبول کر لیتے ہیں اور کسیکی توجہ اسطرف نہیں ہوتی کہ جس
نے جھوٹ بولنے کی ممانعت کی ہے اور اسکو حرام بتلایا ہے وہی تو ایسے اوقات
میں اسکی اجازت دے رہا ہے تاکہ بغیر حکم ایسا کرنے سے کاذب و دروغگو نہ قرار
دے جایں چنانچہ اس کی مصلحت وفلسفہ یہ ہے کہ اگر کسی مذہب کے لوگ تعداد
میں قلیل ہوں اور مخالفین مذہب کے روبرو اپنے مذہب کو نہ چھپایں اور اُن
کو مخالف لوگ قتل کر ڈالیں تو گویا وہ مذہب ہی صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔

اگر وہ لوگ اپنے اصول وعقائد کو بوجہ کمزوری وکمی تعداد قوم کے چھپاتے
تو ہرگز اُس مذہب کا وجود عدم سے مبدل ہوتا ایسی صورت میں عند العقل
وہی لوگ اپنے ساتھ اپنے مذہب کے معدوم ہونے کے سبب قرار دیے جایں
گے۔ یہ ایسا معقول عمل ہے کہ عوام وخواص۔ ادنی واعلی ہر فرد بشر گو وہ
کسی مذہب وملت میں ہو اسپر عامل ہے کہ ایسے اوقات میں اپنی واقعی حالت
کا اخفا کرتا ہے اور یہی مقتضاء مصلحت بھی ہے جیساکہ کسی کے منشاء کے خلاف
کوئی شخص کسی مستحق کو کوئی خاص مرتبہ و درجہ عطا کرے مگر وہ چھپا ہوا مخالف
مصلحت کے لحاظ سے دم نہ مارے اور اپنی دلی کیفیت کے خلاف بخ بخ کہہ
کر اظہار مسرت کرے اور پھر اُس کے بعد اُس خیال سے جو اُس کے دل میں تھا عمل
کرکے اپنی مخالفت کو ظاہر کر دے اس کا نام اپنی حالت واقعی کو مخفی رکھنا ہے
جس سے کوئی شخص بری نہیں۔

لیکن ایسے خود ساختہ مقتدا خود ہی ایسی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور پھر خود
ہی اُن کو مذموم بتلاتے ہیں۔ وہ مسائل طہارت میں بھی ایسی لغو۔ بیہودہ
اور غیر مہذب دست اندازی کرتے ہیں کہ جو کسی سچے مذہب کے بانی کے
حکم وعمل کے مطابق ہرگز نہیں ہوسکتی۔ وہ بازاروں اور زنانخانوں میں خشک
طہارت کرتے پھرتے ہیں اور اپنی اس بے تہذیبانہ حرکت پر کچھ شرم نہیں کرتے
یا عبادات میں اُن کے یہاں اس کی احتیاط وتخصیص نہیں کہ کسی عالم وعادل

سے ہی افتدا کریں۔ بلکہ جاہل وغیر عادل لنگڑا و لنجا۔ نابینا۔ و ہکلا بلکہ
فاسق و فاجر اور غیر صحیح النسب کہ جس میں شرعی عیوب موجود ہوں اُن کا
مقتدا ہو سکتا ہے۔ وہ کفار و مشرکین کو نجس نہیں جانتے بلکہ دائرہ اسلام
میں در آنے ہی اُن سے سلسلۂ اخوت و یگانگت قائمہ قایم کیے رہتے ہیں
حالانکہ قرآن میں بالفاظ صریح یہ حکم موجود ہے کہ

یا ایہا الذین اٰمنو انما المشرکون نجس فلا یقربو المسجد الحرام بعد
عامہم ھذا و ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللّٰہ من فضلہ ان شاء
ان اللّٰہ علیم حکیم یعنی اے ایمان والو مشرکین ہر طرح سے نجس و ناپاک ہیں
پس اس سال کے بعد وہ مسجد الحرام کے پاس نہ پھٹکنے پائیں اور اگر اُن سے
علیحدگی و قطع تعلقات کرنے میں) تمکو تنگی معاش اور فقر و فاقہ کا خوف
ہو تو اللہ تمکو اپنے فضل سے اگر اُس کے نزدیک مناسب ہو غنی کرے گا
بتحقیق کہ وہ صاحب علم و حکمت ہے۔

اس کی تفسیر میں بانی اسلام۔ مخاطب خطاب مالک علام کے خاص
و راز دار صحابی اور ابن عم فضل بن عباس سے روایت ہے کہ مشرکین کلب
و خنزیر کی طرح نجس ہیں اور اس بیان کو پروردہ کنار و جگر گوشہ رسول
زمن امام حسن علیہ و علیٰ جدہ و ابیہ و امہ و اخیہ الف الف تحیۃ و الصلوٰۃ
و السلام نے بھی پابندی اعزاز بخشا ہے۔

دیکھو تفسیر بیضاوی و تفسیر کشاف مطبوعہ مصر۔ نیز امام فخر الدین رازی
نے صاف لکھدیا ہے کہ یہ آیت مشرکین کے نجس العین ہونے کی نص صریح ہے
اور اس پر دلالت کرتی ہے کہ مشرکین نجس اور مسلمان طاہر ہیں
اب نہایت افسوس اُن مسلمانوں پر ہے کہ جو مشرکین کو نجس نہیں جانتے
اور کہتے ہیں کہ مشرکین طاہر اور مسلمان حالت جنابت و حدث میں نجس ہیں اور مشرکین کے
عضا کا استعمال کردہ پانی پاک اور مسلمانوں کے عضا کا استعمال کیا ہوا پانی ناپاک ہے۔ اور یا یہ کہنا

ایل انهم طاهرہ قلوبہم نجس یعنی مشرکین کے جسم پاک اور قلوب نجس
ہیں حالانکہ اِس کلام کی لغویت اظہر من الشمس ہے کہ قلب جو خلاصہ جسم اور
فی نفسہ حاکم و مدبر بدن ہے جبکہ نجس ہے تو جسم جو اُسکا حامل و محکوم ہے کسی قاعدہ
سے پاک نہیں ہو سکتا - اگر مشرکین باطناً نجس ہوتے اور نجاست ظاہری کا اطلاق
اُن پر نہوتا تو اِس حکم کی کیا ضرورت تھی کہ وہ مسجد الحرام کے پاس بھی نہ آنے
پائیں اِس لیے کہ اگر قلب نجس ہے - اور جسم ظاہر نجس نہیں تو ایسی حالت میں کعبہ
میں آنے سے کیا قباحت لازم آتی ہے - کیونکہ جسم ظاہر ہی تو مسجد سے مس
ہوتا ہے اور وہ پاک ہے قلب تو نہیں چھو جاتا - لہذا ثابت ہوا کہ مشرکین
ظاہر و باطن ہر حالت میں نجس ہیں - اگر نجاست قلبی ہی صرف قرب مسجد الحرام
کی ممانعت کے لیے سبب ہوتی تو وہ مسلمان کہ جن کے نفاق یعنی کفر باطنی
کی خبر جا بجا کلام مقدس میں مسطور ہے مسجد الحرام میں آنے جانے سے ممنوع کر دیے
جاتے - اِس لیے کہ اُن کی اور کفار کی نجاست قلبی میں کوئی فرق نہ تھا -
لیکن ایسا نہیں ہوا اور کفار کی نجاست ظاہری ہی جہت امتناع
قربت کعبۃ اللہ قرار پائی - علاوہ اِس کے یہ ارشاد جناب باری بھی سبق لینے کی قابل
ہے کہ اگر تم اِس حکم کی پابندی سے تنگی معاش وغیرہ کا اندیشہ کرو تو خدا اپنے
فضل سے اگر تمہارے مناسب حال ہو تو تم کو غنی کرے گا -

اِس کا منشا یہ ہے کہ جب تم ایسا کرو گے اور پھر اُس کے جواب میں کفار
بھی تم سے بچیں گے اور اِس سے تمہاری معاش میں تمہارے خیال کے موافق
کوئی کمی واقع ہوتی ہوئی معلوم ہوگی تو حقیقتاً وہ عارضی نقصان ایک فائدہ
دوامی کا سبب قرار پا جائے گا یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کی ضروریات کو
پورا کرو گے اور اُس کے فوائد تمہاری ذات تک محدود رہیں گے جیسے کہ
تجارت کے ذریعہ سے جب مسلمان اپنی قوم کی ضروریات کی چیزیں بہم پہنچائیں
گے اور اُن کے بھائی اُن کے علاوہ اور کسی سے کوئی شے نہ خرید یں گے

تو اس خرید و فروخت کے منافع مسلمانوں کو بھی حاصل ہوں گے اور
اس طریقہ سے علاوہ دولتمندی کے ہمدردی و یگانگت باہمی کو بھی ترقی
ہوتی رہے گی اور ماسوا ایسے بے انتہا افضال الہٰی کے کہ جنکو عقول بشری
ادراک بھی نہیں کرسکتیں یہ ایک بین مفید نتیجہ اس حکم حکیم مطلق کا ظاہر ہوگا۔

چنانچہ مسلمانوں میں مثل بوہروں کے جو قومیں اسپر عمل درآمد کرتی ہیں
اُن کی یہی حالت ہے کہ قوم کی قوم مالدار اور ہر شخص اپنے قومی بھائی کا خیرخواہ
و ہمدرد ہے اور ہنود کہ جو اہل اسلام سے قطعاً پرہیز کرتے ہیں اور اپنی قوم
کے علاوہ کبھی کسی غیر سے کوئی چیز نہیں خریدتے ایسے دولتمند ہیں کہ اُنکی
ثروت و دولت کی مثال اگر مل سکتی ہے تو شاذ

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہنود مسلمانوں سے کوئی شے نہ خریدیں
اور مسلمان بھی اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر اُن کے ہی یہاں سے ہر چیز لیں اور اس
بیحیائی کے عمل سے اپنی قوم کی مفلوک الحالی کے خود ہی باعث ہوں

یہ ایک روزمرہ کی بات ہے کہ کتنے بلا تکلف ہنود کے برتنوں میں کھاتے
پیتے ہیں اور مسلمان اُنکو نجس جانتے ہیں لیکن کسی مسلمان کو اُن برتنوں میں
پانی اور چیزوں سے پرہیز نہیں۔ اور بلا تامل اُن اشیا کو استعمال اور
اس نجس پانی سے وضو کرتے ہیں اور ایسی نجاست میں غوطہ زن ہو کر مسجدوں
میں جاتے ہیں۔ نماز پڑھتے اور حروف قرآن کو مس کرتے ہیں۔ لیکن
فی الحقیقت وہ مجبور ہیں کہ اُن کے خود ساختہ مقتدایان مذہب کی سنت
اُن کو کفار سے علیحدہ نہیں ہونے دیتی جو در اصل کافر اور اپنی مطلب براری
اور اپنے خیال میں دین اسلام کی بیخکنی کرنے کی غرض سے ظاہری اسلام
لانے والے تھے۔ چونکہ یہ حکم نجاست مشرکین تبرا کا پورا پورا معاون اور
مؤید ہے اور بعض مسلمان تبرا کو تو بلکہ ابو لولو سے کم نہیں سمجھتے اس لئے
اسکو بھی تبرا کے حکم صریح کی طرح نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ اُن کے یہاں

نجاست کوئی ایسی شے نہیں سمجھی گئی ہے۔ جس سے بچنے کی حتوا(؟) خواہ ضرورت
ہو بلکہ وہ ہر اُس شے سے نہیں بچتے ہیں جس سے بپابندی احکام شریعت
بچنا چاہیے اور یہی وجہ ہے کہ وہ شیطان اور مشرکین کو اپنی مثل سمجھتے
ہیں اور فی الواقع ہے بھی ایسا ہی۔ اُن کے مذہب کے ہزاروں بلکہ لاکھوں
افراد طہارت کے نام سے بھی واقف نہیں۔ وہ غسل و تیمم کی ترکیب و ترتیب بھی
نہیں جانتے اُن کے یہاں مردوں کو کچھ چھینٹے ہی دے کر نہلا دیا جاتا
ہے۔ اُن کے علما ایسی ضروری باتوں کو معمولی جزئیات دین کی برابر
بھی نہیں سمجھتے اور اپنے مذہب کے جہلا کو بجز محسن کشی کی ہدایت کرنے اور
حامیان دین و مقربان درگاہ رب العالمین کی مدح و ثنا یا ان کی مصیبتوں
پر رونے رولانے کو بدعت بتلانے کے کبھی ضروریات دین کی تعلیم نہیں
دیتے۔ بجز اس کے کہ اے بھائی مسلمانوں کسی مظلوم کی مصیبتوں پر
رونا بدعت ہے۔

ہم نے کبھی نہیں سنا کہ احکام طہارۃ یا صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ
کی تلقین کیجاتی ہو۔ تعداد کثیر مسلمانوں کی ایسی ہے جو بجز خدا و رسول کے نام
جاننے کے یہ بھی نہیں جانتے کہ خدا و رسول ہیں کیا چیز اُن کو خدا و رسول
کیوں کہتے ہیں اور اُن کے خدا و رسول ہونے سے کیا نتیجہ ہے۔

بس گائے کا گوشت کھانے ختنہ کرانے یا زیادہ سے زیادہ کچھ کچھ
پڑھ کر ایک پھندنے دار ٹوپی پہننے تک کی ہی اسلامیت رہ گئی ہے۔ اور
ان کے محدود نظر اور تنگ خیال علمائے بعد رسولؐ ایسے ہی چیزوں کو حاکم(؟)
اسلام سمجھ رکھا ہے۔ کہ جو خدا و رسول سے خود حقیقی معرفت نہیں رکھتے
بھلا ایسے کور باطن دوسروں کو کیا تعلیم اسلام دے سکتے ہیں۔ ایسے ہی
لوگوں کے مذہب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اُس میں ہر شخص عام اس سے کہ
وہ عالم ہو یا جاہل جو کچھ چاہتا ہے رائے زنی کرتا ہے۔ اور وہی صحت احکام

سمجھ لیجاتی ہے۔ کسی کی آزادی و اختیارات کی حد نہیں رہتی یہاں تک کہ غلام بھی جو بندۂ زر خرید و خرید کردہ مال امام ہوتی ہیں جو کچھ چاہتے اپنی طرف سے ارکان مذہبی میں اضافہ کردیتے ہیں جیسے کہ کیکا کوئی چوکیدار یا خادم کسیکو جگائے کہ اٹھو کہ سونے سے عبادت کرنا بہتر ہے اور اس فقرے کو خلیفۂ وقت ارکان مذہبی کا جزو قرار دیدے گو آیات و احادیث کی کوئی تخصیص نہیں۔

غلاموں کے روزمرہ کے اقوال بھی نعوذ باللہ مثل آیات و احادیث قابل پابندی اور اس لایق ہوئے کہ شامل ارکان دین ہوجائیں ایسے مذہب میں دینی بزرگ بننے کے لئے یہ کیسی آسانی ہوتی ہے کہ برہنہ پھرنے گھنونا نہ حرکات کرنے وحشیانہ باتیں بنانے اور سر بازار یا رقص و سرود کی محفلوں میں پاگلوں کی طرح اوچھل کود کرنا چنے سے اور اگر یہ نہیں تو بالکل خموش ہوجانے اور رطلا بنہ خلاف شریعت امور کرنے۔ اشاروں اشاروں میں غیب دانی کے اظہار یا اول فول بکنے سے حکیم اشراقی اور پھر اسی سلسلہ طریقت میں اچھے خاصے ولی ہونیکا مرتبہ مل جاتا ہے اور پھر وہ معرفت و طریقت کے اس درجہ میں پہنچ جاتے ہیں کہ جس سے معاذ اللہ اشرف المخلوقات افضل البشر سید مرسلین و خاتم النبیین سا بزرگ محروم رہ گیا یعنی فنا فی اللہ ہوکر صوم و صلوٰۃ و اداے واجبات کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن درحقیقت یہ فنا فی اللہ ہونا نہیں ہے بلکہ یہ درجہ فنا فی الشیطان ہونیکا ہے وہ تھوڑے سے فرق کے ساتھ دہریوں کی طرح مخلوقات و موجودات عالم سے علیحدہ کسی صانع و خالق کی ذات کے وجود کے بھی قایل نہیں ہوتے اور ہمہ اوست کے نا معقول دھبہ سے اسلامیت کو بدنما کرتے ہیں کہ ہر جان دار و بیجان چیز کو مخلوق اور مخلوق نہ تسلیم کرتے ہیں یعنی ذات واجب الوجود لم یکن لہ کفواً احد

جو حقیقی ولی خدا ہوں اور مولائے دوجہاں و اصدق الصادقین نے جن کے
حق میں بحکم خدا اعلان کیا ہو کہ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اُن میں
کوئی تخصیص ولایت نہ ہو اور یہ ثابت ہو جائے کہ مرتبہ ولایت عوام و جہال
اور اجلاف و اراذل کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

وہ کسی حقیقی امیر المومنین کے مخصوص مراتب کو عام کرنے کی غرض سے عوام
سلاطین اہل اسلام کو خواہ وہ ظالم ہوں۔ یا جابر۔ فاسق ہوں یا فاجر امیر المومنین
خلیفۃ المسلمین اور سراج الملۃ والدین کے خطابات دیتے ہیں اور اس میں بھی
اپنی فطرتی مذہبی اور آبائی سنت ناانصافی وغیر عادلانہ عادت سے باز
نہیں آتے کہ بعض ایسے بادشاہوں کو جو خود بھی مسلمان ہوں اور اُن کے
زیر حکومت لاکھوں بلکہ کروروں مسلمان مومنیت کا دعوے کرتے ہوئے
آباد ہوں مگر وہ کسی دوسرے فرقہ اسلام میں ہوں اِن القاب سے ملقب نہیں
کرتے حالانکہ جس طرح دیگر اسلام سلاطین دنیا کو مسلمانوں کا امیر و حاکم
ہونے کی حیثیت میں امیر المومنین کہلائے جانے کا حق ہے اسی طرح سے وہ
بادشاہ جو دیگر فرقہ ہائے اسلام میں ہوں یا وہ سلاطین جو مسلمان بھی نہوں اور
کسی مسلمان رعایا کے بادشاہ ہوں اس کا حق رکھتے ہیں کہ امیر المومنین کہلائیں
لیکن اہل حق کے واجب حقوق کا غصب کر لینا چونکہ ایسے مذاہب کے واجبات
فرائض بلکہ اصول میں داخل ہوتا ہے لہذا یہاں بھی وہ اپنی اس مذہبی
سنت کو نہیں چھوڑتے وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اجلاف و اراذل
کو لقب سیدنا سے ملقب کرتے ہیں جو ان کی غاصبانہ عادت کی ایک بین دلیل
ہے اس لئے کہ اگر سیادت کوئی عام صفت ہے تو جناب باری نے اسمیں
کیا تخصیص ملاحظہ فرمائی کہ اشرف الانبیاء کو اس سے مخصوص و موصوف
فرمایا اور اگر اس میں آنحضرت کی ذات اور اولاد و الاصفات کی خصوصیت
ہے تو پھر عوام اسکی کس طرح سے مستحق ہو سکتے ہیں۔ گو وہ یہ حیثیت

بزرگ مذہب ہونے کے سبب سے اول ہی کیوں نہ سمجھے گئے ہوں یا یہ کہ وہ
لفظ شیخ کے معنی بزرگ کے لیکر بعض مشایخ کو اپنا پیرو دستگیر ہونیکی وجہ سے سید
ثابت کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جو شخص جس شے کا مستحق ہوتا ہے وہ کسی نہ
کسی طرح ضرور اُسکو ملجاتی ہے جیسے کہ اپنے نسب سے خارج ہوکر دوسرے
نسب میں داخل ہونے سے حدیث شریف لعنۃ اللہ علی داخل النسب ولعنۃ اللہ
علی خارج النسب کے یہ لوگ مصداق ہوتے ہیں کہ اپنے آباد اجداد کو خلاف
نسب ثابت کرکے لعنت خدا اپنے اوپر وارد کر لیتے ہیں

ایسا مذہب گو وہ ظاہرا ایک ہی سنت کی جماعت مشہور ہو مگر متعدد فرقوں
پر مشتمل و منقسم ہوجاتا ہے یعنی اُس میں بہت سے شکمی گروہ بن جاتے ہیں اس لیے
کہ اُس میں کسی ایک مسلک کی پابندی اور کسی ایک ہادی کی ہدایت پر تو عمل
ہوتا نہیں جو طریقہ جسکو پسند آیا وہ اسی پر قایم ہوگیا جیسے کہ بالفرض چار
شخصوں کو آئمہ اربعہ کے نام سے موسوم کرکے اُن کے تابعین و مقلدین مثلاً
زیدی - عمری - بکری - خالدی یا مختلف خانوادے قایم کرکے اُن کے
سلسلہ میں کوئی ٹاٹ بندی اور کوئی جکڑ بندی وغیرہ وغیرہ کہلاتے ہیں مگر یہ
کسقدر لطف ہے کہ ایسی حالت میں بھی سب کے سب راہ راست پر سمجھے جاتے
ہیں کہ اُنمیں ایک ایک مسئلہ پر چار چار مختلف الرائے احکام صادر ہوتے ہیں
یعنی ایک چیز کسی کے نزدیک حرام - کسی کے نزدیک حلال کسی کے یہاں مکروہ
اور کسی کے یہاں مستحبی ہوتی ہے اور پھر باوجود اختلاف عقاید و آرا چار دل
مفتی، آئمہ حقہ کا خطاب پاتے ہیں

ایسے مذہب کے لوگ اپنے خود ساختہ بزرگان دین کی عیب پوشی
کے واسطے اصل بانی اسلام و نیز جمہور انبیاء دین جو منجانب اللہ معصوم اور ہر
عیب و نقص سے پاک و مصئون ہیں طرح طرح کے عیوب لگاتے ہیں اور نہ فقط اسی
پر اکتفا کرتے ہیں بلکہ خدا کی بھی عجیب عجیب صفتیں بیان کرتے ہیں جیسے کہ

معاذ اللہ اُس کا مجسم ہونا - گدھے پر سوار ہو کر خانہ کعبہ کی چھت پر
اُترنا اور پھر آسمان پر چڑھنا - عرش پر بیٹھنا اور عرش کا چرچرانا
جہنم میں اپنی ٹانگ ڈال دینا یا بشکل ایک امرد لڑکے کے نظر آنا - غلطی کرنا
بھول جانا اور ظلم کرنا وغیرہ وغیرہ

غرض ایسے مذاہب میں اسی لئے اس قسم کے اصول وعقائد کی تعلیم دیجاتی ہے
کہ اصل مذہب کا نشان اور حقیقی قائم مقامان بانی مذہب کا وہاں عزت کا
وجود نہ رہے گویا اصل دین وجانشینان بانی مذہب کی مخالفت اور اُن کے
مخالفین ومعاندین کی ولا ومحبت کو ہی اپنے مذہب کی اصل اصول قرار
دیتے ہیں - اسی وجہ سے ایسے مذاہب کے مقتدا اپنے تابعین کو لعن
وتبرا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے اس لئے کہ اگر بد لوگوں سے تبرا
اور اُن پر لعنت کرنے کی ممانعت نہ ہوگی تو لامحالہ اُن اشرار کی جستجو بھی پیدا ہو جائے گی
اور پھر اُن کے افعال قبیحہ واعمال شنیعہ پر خود بخود نگاہیں پڑنے لگیں گی اور
اپنے کردار سے مصنوعی پیشوا وصنعی مقتداؤں کی قلعی خود بخود کھل جائے
گی اور اُن کا جھولدار ملمع ہر متلاشی نگاہ کو اپنی طرف متوجہ کرے گا اور
پھر یہ سب مکاری ودغابازی طشت از بام ہو کر لعن وطعن کا بازار گرم
کرا دے گی - لہذا پیش بندی کے طور پر اس کا ہی سدباب کر دینا چاہیے

کسی سچے دین کا ادنی شعبہ یہ ہے کہ اُسکا پیشوا کسی امر دنیاوی اور
معاشرت میں اپنے تابعین سے اوج ورفعت کی طرف رجوع نکرے اور باسباب
ظاہری اپنی ذات کو کسی پر ترجیح نہ دے -

جیسا کہ بانی اسلام علیہ وآلہ السلام نے اپنی مبارک زندگی میں اپنی طرز عمل
سے ثابت فرما دیا کہ آنحضرتؐ اپنی شان وحیثیت نہ مثل دیگر اہل اسلام
کے رکھتے تھے یا اُن سے ارفع واعلی بلکہ نہایت معمولی حالت میں بسر فرماتے
تھے جو کچھ محنت ومشقت سے حاصل ہوتا تھا اسکو ذخیرہ نہ کرتے تھے یا مال

مال غنیمت سے جو حصہ لیتے تھے اسکو جمع نفرماتے تھے بلکہ اپنے عیال
پر تقسیم اور راہ خدا میں مستحقین کو دیدیا کرتے تھے - خود فاقہ پر فاقہ کرنا اور شکم
اقدس پر پتھر باندھے رہنا سلطان دو عالم و شہنشاہ کونین کا روزمرہ تھا
نہ حضرت نے دیگر دنیادار پیشوایان مذہب کی طرح امارت مذہبی کو خالص سلطنت
دنیاوی بناکر خزانہ و مالخانہ قایم کیا نہ شاہانہ عیش و عشرت کو پسند فرمایا نہ
اپنے عزیزوں سے ناجائز مراعات کیں - نہ اقربا کے وثیقے مقرر فرمائے - نہ
کسی کا حق معاذ اللہ غضب کیا - نہ کبھی کسی پر ظلم و تعدی کی

اگر ایسے بانی مذہب کے قایم مقام ایسی ہی روش اختیار کریں - اسی طرح
ریاضت و مشقت سے معاش حاصل کریں اور پھر جو کچھ ہو اسکو راہ خدا میں
دیدیں - صائم الدہر و قائم اللیل ہوں - جو کے سوا گندم اور نعمہائے دنیا
پر کبھی نہ رکھیں - روزہ پر روزہ رکھیں اور اُن کے ساتھ اُن کی عورتیں
اور ننھے ننھے بچے یہاں تک کہ اُن کے خدمتگار بھی اپنی بھوک کا خیال نکر کے بجائے
صوم مسکینوں - یتیموں اور اسیروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیں - لباس کی حالت یہ ہو کہ
جابجا کثیف خرما کے پیوند لگے ہوں ہر حالت میں شاکر اور ہر مصیبت میں صابر
رہیں تو البتہ اُن کی قایم مقامی و صایت حقیقی سمجھی جا سکتی ہے نہ یہ کہ اُن کے
بالکل خلاف عملدرآمد کریں اور اسی کی اپنے اہلسنت کو تعلیم دیں اور سرداری دین
کو حکومت دنیا کے ماتحت میں ثابت کردیں -

لیکن اگر انصافاً اور ایماناً دیکھا جائے تو ایسے لوگ کسی سچے مذہب کے
پیرو بھی نہیں کہلائے جا سکتے چہ جائیکہ مرتبہ رشد و پیشوائی حاصل کریں اگر
ایسی حالت میں وہ حسن و قبح کا انسداد نہ کریں اور بدعت اور نفاق کو سند اور
اور دین کے دشمنوں سے بیزاری اور انکی پرستش کرنیکا حکم دیدیں تو خود اس
سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں -

لہذا ضرور ہوا کہ وہ احقاق حق و ابطال باطل کریں ہی بدعت قرار دیدیں

تاکہ تحقیق حقایق کا سلسلہ ہی معدوم ہو جائے اور انھوں نے جو کچھہ اندھیر پھیلایا ہے اس کا دفعیہ ہو سکے ایسے ہی لوگوں پر لعنت کرنا اسی طرح واجب ہے جس طرح تبرا کرنا فرض ولازم ہے جس کے اثبات کے لئے ہم چند آیات قرآنی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جسنے جناب اقدس الہٰی کا کاذبین وافترا پر لعنت کرنا ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ مباہلہ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ

اے رسول کہو تم نصاریٰ سے کہ ہم اپنے بیٹوں۔ اپنی عورتوں اور اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں۔ تم بھی اپنے بیٹوں۔ اپنی عورتوں۔ اور اپنے نفسوں کو بلاؤ اور پھر سب التجا کریں۔ کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔

اس ارشاد میں علاوہ تذکرہ لعن کے یہ امر قابل غور ہے کہ جناب باری نے ایسے موقع پر کس کس کو ہمراہی رسول کے لئے منتخب فرمایا اور وہ واقف اسرار الہٰی کن کن اشخاص کو اپنے ساتھہ لے گئے۔ اور جن کو اپنے ہمراہ لے گئے آیا ان کے علاوہ اور کوئی شخص بھی اس قابل تھا کہ اسکو بھی اپنی معیت میں لیجاتے۔ نہیں ہرگز نہ تھا اسلئے کہ جناب اقدس الہٰی نے اس ارشاد میں صیغہ جمع استعمال فرمایا ہے۔ حالانکہ رسالتمآب صرف دو نواسوں۔ ایک بیٹی اور ایک برادر عم زاد یا داماد کو ہمراہ لے گئے۔ جن میں سے کسی ایک فریق پر بھی جمع کا اطلاق نہیں ہوتا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر علاوہ ان بزرگواروں کے اور کوئی شخص بھی حضرت کا فرزند۔ دختر یا بمنزلہ نفس ہوتا تو آپ موافق ظاہر منشاء آیت اسکو بھی ساتھہ لیجاتے۔ اور اس نوعیت ارشاد جناب باری کا ظاہر سبب یہی ہے کہ اگر اس میں انھیں حضرات کے جو ہمراہ حضرت رسولؐ مباہلہ کو گئے تھے تخصیص ہوتی تو مخالفین کو کہنے کی گنجایش رہتی کہ بعض اشخاص مباہلہ میں جانے کے لیے مشخص کر دیے گئے ورنہ ابناءنا ونساءنا وانفسنا سے فلاں فلاں مراد ہیں

دوسرا امر لایق الضاف یہ ہے کہ جو شخص کلام الہٰی دشمل ارشاد بنا ہی سے نفس رسول ثابت ہو گیا اس کے لیے یہ صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ کسی شخص کا بھی

علاوہ رسولؐ کے مطیع و منقاد بنایا جائے۔

پس ایسا ہی تو کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جن پر کافروں کی طرح جناب باری نے لعنت فرمائی ہے اور کوئی بے دین گو وہ شیطان ہو یا اور کوئی شخص ہرگز لعنت خدا سے محفوظ نہیں۔ جیسا کہ جابجا کلام مقدس میں ایسے لوگوں پر لعنت کی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

اور لیکن لعنت کی اُن پر اللہ نے۔ سبب اُن کے کفر کے۔ پس نہیں لاتے ایمان مگر تھوڑا (یعنی ناقص) یعنی یہ کہ خدا کے بعض احکام کو قابل عمل اور بعض کو ناقابل تعمیل جانتے ہیں جیسا کہ ادعا پابندی احکام الٰہی تو کرتے ہیں مگر اُن کی کتاب کے چند در چند حصص و اجزائے قسم آیات لعن و تبرا کے قطعاً و عمداً چشم پوشی کرتے ہیں اور باوجود اسلام لانے کے ذات جناب باری میں جیسا کہ بیان ہوا عقیدہ ہائے فاسد و باطل مثلاً اُس کا معاذ اللہ مجسم و غیر عادل ہونا وغیرہ وغیرہ رکھتے ہیں یا اُس کے رسولؐ کے احکام کو کبھی مانتے اور کبھی نہیں مانتے ہیں اور ہر زبان سے تعذر کر کے ٹال دیتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا و رسولؐ کے ارشادات کو قابل پابندی نہیں سمجھتے ہیں اور علانیہ اُن کی مخالفت کرتے ہیں جیسے کہ حدیث متفق علیہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی و لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض۔ یعنی اے امت والو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن دوسرے میری عترت اگر تم ان سے تمسک کرو گے تو بعد میرے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی تا آنکہ حوض پر میرے پاس وارد ہوں۔

اس حدیث میں حضرتؐ نے حصر فرمادیا کہ ان دو چیزوں سے اگر متمسک رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔

اب اگر ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا جائے یا ان دو میں کوئی اور تیسری

چیز شامل کر دیجائے تو ارشاد رسول کی موافقت کب رہی اور کس طرح گمراہ نہ ہوئے۔ لیکن اس کے مقابل بدمعاشان امت نے حسبنا کتاب اللہ کا غادرانہ و باغیانہ جھنڈا بلند کیا۔

حالانکہ اگر ایسا کافی ہوتا تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرماتے کہ میں دو چیزیں یعنی کتاب اللہ اور اپنی اولاد چھوڑے جاتا ہوں اگر ان میں سے ایک سے بھی متمسک رہوگے تو گمراہ نہ ہوگے۔ لیکن اس پر لحاظ نہ کیا گیا اور اپنے اسی ناقص ایمان پر اڑے رہے جس کی وجہ سے کلام الٰہی میں لعنت کی گئی ہے پھر جناب باری فرماتا ہے کہ اے لوگو جن کو کتاب دی گئی اس پر ایمان لاؤ جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے درحالیکہ جو کچھ تمہارے پاس پہلے سے ہے وہ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں اور ان کو پشت کی طرف پھیر دیں یا ان پر ایسی لعنت کریں جیسی ہم نے اصحاب سبت (یعنی ہفتہ والوں پر) لعنت کی تھی۔ یا فرماتا ہے کہ وہی تو ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کرے گا تم ہرگز کسی کو اس کا مددگار نہ پاؤگے یا فرماتا ہے کہ۔ اور جو کوئی شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے گا اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہے گا اور اس پر خدا غضبناک ہوگا اور لعنت کرے گا اور اس کے لیئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے اور بنی اسرائیل کے بارے میں سورۂ مائدہ میں فرماتا ہے کہ پس بہ سبب عہد شکنی کے ہم نے انپر لعنت کی۔ یا فرماتا ہے کہ جن پر خدا نے لعنت کی اور غضب نازل کیا ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو سور بنا دیا۔

یا ارشاد کرتا ہے کہ کہا یہود نے کہ ہاتھ اللہ کا بند ہے۔ بند کیئے گئے ہاتھ ان کے اور لعنت کی گئی ساتھ اس چیز کے کہ کہتے ہیں۔ یا فرماتا ہے کہ لعنت کی گئی ان پر جو بنی اسرائیل میں سے کافر ہو گئے۔ زبانی داؤد و عیسیٰ بن مریم کے۔

یا اہل جہنم و اہل بہشت کے ذکر میں سورۂ اعراف میں فرماتا ہے کہ اسوقت
ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو یا سورۂ
توبہ میں فرماتا ہے کہ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں
سے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے کہ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جو
اُن کے لیئے کافی ہے اور لعنت کی ہے اللہ نے اُن پر اور اُنپر ہمیشہ کے لیئے عذاب ہے
غور کرنا چاہیئے کہ جناب باری بڑے لوگوں پر لعنت کرنے میں کسقدر مبالغہ
فرماتا ہے کہ جا بجا کلام مقدس میں قابل لعن اشخاص پر لعنت کی گئی ہے جس کی
مثالیں پیش کی گئیں اور کی جائیں گی - اور یہ بھی نہ صرف کافروں پر لعنت کی گئی اور
اُن کے ہمیشہ جہنم میں رہنے اور عذاب میں مبتلا ہونے کا اعلان کیا گیا بلکہ اُن
مسلمانوں کو بھی اس حکم کا مصداق بتلایا گیا جو دراصل کافر تھے - اور اس سبب سے
منافق کہے گئے - یہ کہنا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کا گو وہ کیسا ہی ہو - آخر
کار انجام بخیر ہے - ہرگز ہرگز صحیح نہیں - اس واسطے کہ جبتک ابتدائی مراتب
با حسن اسلوب نہ طے کرلیئے جاویں - لا الہ الا اللہ کے اعلےٰ و آخر زینہ پر پہنچکر بالاخانہ
نجات میں داخل ہونے کا کوئی شخص سچا دعوے نہیں کر سکتا -

پھر سورۂ نور میں ارشاد فرماتا ہے کہ بتحقیق وہ لوگ جو پاک دامن
بے خبر عورتوں پر عیب لگاتے ہیں اُن پر دنیا میں بھی لعنت کی گئی ہے اور
آخرت میں بھی اُن کے لیئے عذاب ہے -

اس مقام پر یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ یہ کہدیتے ہیں کہ بُرے لوگوں پر
لعنت کرنا اچھا نہیں ہے - اگر وہ بُرے ہیں تو آخرت میں سزا پائیں گے
اُن کا قول محض غلط ہے اس لیئے کہ جو لوگ قابل لعن و نفرین ہیں اُنپر جناب باری
اُس فرقہ کی زیادتی جسکو وہ اپنے احکام کا تعمیل کرنے والا جانتا ہے
لعنت کراتا ہے - اور وہ ملعون ایسے ہی ہیں کہ جن کے لیئے آخرت میں
عذاب ہے اور زبان خلق نقارۂ خدا کی مثل اُن کے حق میں صادق آتی ہے

اور جناب ابراہیم پر جب آتش نمرودی گلزار ہو گئی اُس وقت کے بارہ میں
سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرماتا ہے کہ سوا اس کے نہیں ہے کہ تم نے اللہ کو
چھوڑ کر زندگانی دنیا میں آپس کی محبت کے لحاظ سے بتوں کو مان لیا ہے پھر قیامت
کے دن تم ایک دوسرے کو کافر بناؤ گے اور تم میں کا ایک دوسرے پر لعنت
کرے گا۔

اس ارشاد کی حالت قریب قریب اُسی فرمان سی ہے جس میں مریدوں کی
اپنے پیروں سے تبرّا نہ کرنے کی پشیمانی اور پیروں کے اپنے مریدوں سے
تبرا کرانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس واسطے کہ وہاں پر اپنے مریدوں سے جس طرح تبرا کریں گے اسی طرح بعض
لوگ بعض لوگوں پر لعنت کریں گے جن کی وجہ سے اُنھوں نے کفر کیا اور ایک دوسرے کو
کافر کہیں گے۔

پھر جناب باری سورۂ احزاب میں فرماتا ہے کہ بتحقیق جو لوگ اللہ اور اُس کے
رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے اُن پر دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور اُن کے
لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا گیا ہے یہ ایک ایسا صریح و مصرح ارشاد ہے کہ
اگر پھر غور کیا جائے تو اس سے اُن تمام اشرار کا پتہ باآسانی مل سکتا ہے جو دین کو
برباد اور شریعت میں فساد کرنیکی وجہ سے مستوجب تبرّا و سزاوار لعن ہیں اور اُن کی
شناخت اس طریقہ سے ہو سکتی ہے کہ رسولؐ خدا نے جن امور کو اپنے لیئے باعث ایذا
فرمایا ہو اُن کا ارتکاب کرنے والے اس ارشاد کے مصداق ہیں جیسا کہ رسولؐ
نے اپنی صاحبزادی کے حق میں فرمایا کہ فاطمة بضعة منی ۔ من اذاها فقد
اذانی یعنی فاطمہ میری پارہ جگر ہے جس نے اُسکو ستایا اُس نے مجکو ایذا دی
اگر جناب سرور کائنات عالم علم کان و مایکون کو جناب سیدہؑ کی جانب یہ خیال
ہوتا کہ وہ نعوذ باللہ ناحق ناحق کے دعوے کر کے لوگوں سے جھگڑے
قضے پیدا کریں گے تو اس ارشاد کے ساتھ ہی ساتھ حضرت یہ بھی فرما دیتے

کہ اگر وہ بیجا طور پر کسی سے ناخوش ہو اور ایسی حالت میں اُس کی مخالفت کی جائے تو اُن سے اُس کا ایذا دینا متصور ہوگا۔

لیکن درحالیکہ حضرت نے ایسا نہیں فرمایا۔ یہ امر ثابت ہوا کہ سیدہ جس سے خوش ہوئیں حق پر خوش ہوئیں اور جس سے ناخوش ہوئیں حق پر ناخوش ہوئیں اور وہ کیوں ایسا نہ کرتیں اس لئے کہ خود معصومہ۔ بنت معصوم۔ زوجہ معصوم اور والدہ وجدّہ معصومین تھیں اُن کا کسی حق کے لئے دعوےٰ کرنا اور فرمانا کہ اے لوگو میں تمہارے رسولؐ کی بیٹی ہوں اور فلاں چیز میرا حق ہے جو تمہارے رسولؐ نے مجکو عطا فرمایا ہے اور میں اُن کی وارث ہوں اور یہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے جنکو خدا نے رسول کا بیٹا قرار دیا ہے اور جن کو میں نے چکیاں پیس پیس کر پالا ہے میرے ساتھ اس کے مستحق ہیں مجکو نہ ستاؤ اور میرا حق غصب نہ کرو لیکن اسپر نہ ارباب حل وعقد بلکہ عوام امت عمر وبکر کا خود ہی مدعا علیہ اور پھر خود ہی مجوز ہونے کی حالت میں اُن کے سچے دعوے کو خارج کرنا اور ان معصومہ ومظلومہ کا ناکام رہنا کیا باعث ایذا نہیں ہوا جسکی وجہ سے وہ پارہ جگر سیدالانبیا اُن غاصبین وظالمین سے عمر بھر ناراض رہیں اور کبھی کلام نہ کیا اور وصیت کردی کہ فلاں فلاں میرے جنازے پر نہ آئیں یا علاوہ غصب حقوق کے دختر رسولؐ کے خانہ محترم میں دراتہ داخل ہو کر آگ لگا دینے کی دھمکی دینا اور اُنپر ایک حالت خاص میں دروازہ گرا دینا کیا اُن معصومہ کے لئے باعث ایذا نہیں ہوا اور کیا ان افعال سے رسول کو ایذا نہیں پہنچی۔ یا جبکہ رسول اللہ نے اپنے آخر وقت کوئی خواہش ظاہر فرمائی جس میں سراسر ہدایت وسلامتی امت مقصود وملحوظ تھی اور کوئی شئے طلب فرمائی اور کسی نے اُسکو معاذ اللہ ہذیان بتلا کر اُس خواہش کو عمداً پورا ہونے نہ دیا اور رسولؐ کے قلب مقدس کو ایسی ایذا دی کہ آنحضرتؐ نے بغیظ وغضب فرمایا کہ قوموا عنی یعنی تم لوگ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اور اس پر بھی وہ بادب متنبہ ہوئے اور

اب تلاش کر لینا چاہیے کہ اس حکم کی مخالفت کر کے کون کون شخص مستوجب لعنت خدا و رسول صلعم ہوا۔

اب ہم چند مثالیں جناب باری کی لعنت فرمانے کی اور پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ جناب اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے۔ اور پھر اسی کی تکرار کیجاتی ہے کہ بہ تحقیق اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور اُن کے واسطے دوزخ تیار کیا ہے وہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے اور کوئی مددگار اور دوست اپنا نہ پائیں گے۔

اصحاب انصاف و ارباب ایمان غور فرمائیں کہ جناب اقدس الٰہی نے اپنے مقدس کلام میں جا بجا لعن و تبرا پر عمل فرمایا ہے اور اسی کا حکم اپنے پیغمبر کو دیا ہے اور آنحضرت صلعم اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے علانیہ اُس کی تعمیل فرمائی ہے اور نہ صرف خدا۔ انبیاء۔ ملائکہ اور مومنین نے کفار و مشرکین پر لعنت کی ہے اور کرتے ہیں بلکہ خود شیطان و کفار و مشرکین و منافقین نے بھی اپنی اور اوروں کی غلطی کا اعتراف کر کے تبرا لعن پر عمل کیا ہے اور کریں گے اور نہ کرنے پر حسرت و پشیمانی کی خبر دیگئی ہے جس کا ذکر بصراحت کتاب اللہ میں موجود ہے اور مومنین کے لعنت کرنیکو بھی جناب باری نے اپنے اور اپنے ملائکہ کے لعن و تبرا کرنے کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جس کا مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ اس کے عامل ہیں اُن کا مسلک صحیح ہی اور جو اسپر عمل نہیں کرتے وہ گمراہ ہیں اور غلطی کے ساتھ اسپر عامل ہیں جیسا کہ کسی ایک پابند سنت و جماعت کی تین چار شاخیں ہو گئی ہوں اور وہ بحیثیت دین ایک ہی طریقہ پر چلنے کے مدعی ہوں مگر اسپر بھی راہیں سب کی جدا گانہ ہوں اور ایک دوسرے طریقہ سے تبرا کرتا ہو تو وہ سب کس طرح ایک صراط مستقیم پر سمجھے جا سکتے ہیں ایسی حالت میں اُن کو کسی ایک گروہ

کی جانب بچشم بصیرت دیکھنا لازم ہے جس کے ہر فرد کا ایک ہی مسلک ہو اور تین چار نہیں بلکہ بارہ بیرہ صفیتوں سے باوجود اختلاف زمانہ ایک سوال کا ایک ہی جواب پاتے ہوں اور جن کے امور دینی و معاملات مذہبی میں بجز خدا کے یا کسی ایسے شخص کے جو منجانب اللہ اس کے لیے منتخب و منصوب ہوا ہو کسی دوسرے شخص کو کسی قسم کے تغیر و تبدل یا کسی امر کے حلال و حرام۔ جائز و ناجائز مسنون و مستحب یا مکروہ و متروک کرنے کا حق نہ ہو اور کسی صورت میں وہ فرقہ عوام الناس کے اجماع یا کثرت آرا امت کی احتیاج نہ رکھتا ہو۔ تعجب ہے کہ ایسے فرقہ سے مدعیان دینداری لعن و تبرا کہیں اور اس کے ان افعال سے جبکہ وہ باتباع خدا و انبیاء و ملائکہ عامل ہو بیزاری رکھیں۔

ہم بلا تامل کہتے ہیں کہ افعال لعن و تبرا سے تبرا کرنا عقل و ایمان سے بیزار ہونا ہے۔ اگر یہ افعال عبث و غیر ضروری بلکہ نامناسب و ناجائز ہیں تو قطع نظر مومنین و ملائکہ و انبیاء کے خود جناب باری نے کیوں اکثر عمل فرمایا جناب قدس الٰہی کا کوئی فعل اور خصوصاً یہ عمل معاذ اللہ صحیح نہیں۔ اگر قرآن کے کتاب اللہ ہونے کا یقین اور حسبنا کتاب اللہ کا دعوے ہے تو انہیں سے وہ آیات جنمیں لعن و تبرا کا ذکر اور حکم ہے کیوں نظر انداز کی جاتی ہیں اس پر کیوں غور نہیں کیا جاتا کہ فلاں فلاں اور فلاں بزرگ مذہب نے خلاف خدا و انبیا و ملائکہ کس وجہ سے دائرہ مومنیت سے خارج ہو کر لعن و تبرا کو ممنوع قرار دیا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو عوام امت کو امور مذہبی میں اپنی جانب سے ترمیم و ایجاد کرنے کا کونسا استحقاق ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب اکثر کے عقیدے میں یہ ہے کہ نیک و بد دونوں طرح کے افعال کی تحریک خدا کی جانب سے ہوتی ہے تو پھر یہ کیوں باور نہیں کیا جاتا کہ ان افعال یعنی لعن و تبرا کا محرک بھی خدا ہوتا ہے۔ لہذا ان افعال کو اچھا نہ سمجھنا اور اس کے عاملوں پر تشنیع کرنا گویا خدا پر طعن و اعتراض کرنا ہی جو کسی

تولا دقلبی کافی نہیں۔

اب ہم مستوجب تبرا و سزاوار لعن اشخاص کی شناخت اس طریقہ پر بھی تبلاتے ہیں کہ جبکہ مودۃ آل محمد کو حقتعالیٰ نے واجب فرمایا اور رسالت اشرف المرسلین کا اجر قرار دیا تو یقینی و لازمی امر ہے کہ اُن کے دشمنوں پر لعن اور اُن سے تبرا کرنے کو بھی فرض کیا ہو جیسا کہ ثابت کر دیا گیا ورنہ یہ مودۃ و ولا صحیح نہیں ہو سکتی تھی۔ لہذا اُن کے دشمنوں کی جستجو کرنا کہ وہ اشرار کون ہیں اسطرح بسہولت ممکن ہے کہ وہ ملاعنہ وہی ہیں جن لوگوں نے بحالت کفر اسلام کی بے انتہا مخالفت کی پیغمبر اسلام کے قتل پر آمادہ ہوگئے اور اگر ایمان لائے تو منافقانہ ناقص ایمان لائے بارہا ثبوت ہیں شک کیا بلکہ دل اعتراض خدا اور رسولؐ پر کرتے رہے جیسا کہ صلح حدیبیہ جیسے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔

ہمدردی اسلام و وفادار رسولؐ کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر رسالتمآب کو جہادوں میں تنہا چھوڑ کر بے جادہ جا چمپت ہوئے اُن ذوالقربیٰ پر جن کی محبت واجب کی گئی اور اجر رسالت قرار پائی تھی کوئی دقیقہ ظلم و ستم کا اٹھا نہ رکھا اُن کے حقوق غصب کئے۔ اس بزرگ سے انتہائی بغاوت کی جو بزبان قدرت نفس رسولؐ پر اور رسولؐ ادر داماد رسولؐ تھے جنھوں نے کعبۃ اللہ میں ولادت پائی تھی۔ جنکی آغوش رسولؐ میں پرورش ہوئی جنھوں نے اسلام کی وہ خدمت کی کہ اسلام اُنہیں کی وجہ سے قایم رہ گیا اس لئے کہ بڑے بڑے دشمنان اسلام کو اُنھوں نے قتل کر کے رسول کی زبانی یہ انعام پایا کہ اس کی ایک ضرب عبادت ثقلین سے افضل ہے۔ شب ہجرت بے خوف و خطر بجائے رسول بستر رسولؐ پر سوئے اور اپنی جان کو رضاء الہٰی کے لئے بیچ ڈالا۔ جن کے لئے چرخ سے تلوار اتری جن کے فرزندوں کو خدا نے ابن رسول کا فرزند قرار دیا جن کے حق میں رسول فرماتے تھے کہ انا مدینۃ العلم وھذا رجل

بابہا۔ یا (ہو) مع الحق والحق (معہ) یا ارشاد کرتے تھے کہ (ہو)
خیر البشر من ابی فقد کفر یا فرماتے تھے کہ یا (اخی) انت بمنزلۃ ہارون
من موسیٰ) یا انت منی وانا منک لحمک لحمی ودمک دمی وروحک
وجسمک جسمی ۔ نیز اسی طرح ہزارہا فضائل اُس جناب کے بیان فرماتے تھے اور
بحکم جناب باری مثل اپنے اُس جناب کو مولائے دوجہان فرمایا جس سے
اکمال دین واتمام نعمات ہوا۔ افسوس کہ اُس سردار دین ودنیا سے ایسے
نا قابل لوگوں کو فضیلت دی گئی جو اُس کے فضائل کے مقابل کوئی معمولی
فضیلت بھی نہ رکھتے تھے اور اُسکو اپنے نزدیک ایسا بے دست وپا کردیا کہ
گویا اُس کا وجود ہی باقی نہ رہا۔ اُس کے فرزندوں میں سے کسیکو زہر دغا
اور کسی کو خنجر جفا سے شہید کیا۔ اُسکی زوجہ معظمہ ومعصومہ پر جو بصیغہ رسول و
سیدہ نساء عالمیان تھیں وہ وہ ظلم کئے گئے کہ آخر عمر تک وہ ناراض رہیں
اور نہایت تکلیف وبے چینی میں انھوں نے بسر کی۔ جملہ اولاد رسولؐ سے ایسے
ایسے جابرانہ وظالمانہ سلوک کئے گئے کہ جو کسی مخدوم اور محسن کی اولاد کے
ساتھ کوئی منصف وایماندار نہیں کرسکتا اور محسن بھی ایسا جس نے
راہ حق کی ہدایت کی ہو اور امت کے راہ راست پر لانے میں طرح
طرح کی زحمتیں اور مصیبتیں اُٹھائی ہوں۔ ایسے محسن کا گھر ایسا برباد
کیا کہ از آدمؑ تا ایندم کوئی گھر کبھی ایسا تباہ نہیں ہوا۔ اولاد رسولؐ
کا کوئی پرسان نہ رہا اور اگر رہا تو اس لئے کہ اُن کا قلع قمع کردے
چنانچہ ہزاروں لاکھوں سید بجرم سیادت قتل ہوئے اور زندہ دیواروں
میں چن دئے گئے۔ سادات کی تلاش کی جاتی تھی اور زندہ دفن کرنے کی
لیے ہزارہا قبریں کھدی ہوئی تیار رہتی تھیں اس ظالمانہ تفتیش کا یہ اثر ہوا کہ
مسلمانان عالم میں سے کروڑوں کی تعداد ایسی ہے جو اہلبیت رسول کے
نام سے بھی واقف نہیں اور بجائے اُن کے نو مسلم اخلاف اور پیران یہود کو غوث

و دستگیر اور اولاد رسولؐ جانتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں صدیق و شہید و امام و ولی بنا لیئے گئے۔ جن کے حسب و نسب کا بھی آجتک پتہ نہ چلا یا جن لوگوں کو دنیاداری اور اپنی مطلب براری میں اسکی ہی خبر ہوئی کہ رسول اللہ نے کس روز اور کس وقت وفات پائی۔ چنانچہ اسی وجہ سے بارہ روز تک برابر وفات رسول کے قایل ہوئے بلکہ باوجود علم اپنی نفسانی و ناجائز آرزو و دل کے برآنے کے لیے صحیح دن اور صحیح وقت سے کیسلو آگاہ ہونے دیا اور تلوار لیئے پھرے کہ خبردار کوئی اس کا ذکر نہ کرے کہ رسول نے وفات پائی ورنہ گردن مار دیا جائے گا۔ غور کرنا چاہیئے کہ یہ فعل کسقدر چالاکی و عیاری اور فریب دہی و مکاری پر مبنی ہے کہ ذکر وفات رسول نہ کیا جائے اور اسکو انتہا صدمہ و ملال پر محمول کیا جاتا ہے لیکن کیا رنج و ملال اسی کا نام ہے کہ کوئی مر جائے تو اُس کے اعزا و احباب تلوار لیئے پھریں کہ خبردار کوئی اس سانحہ کا ذکر نہ کرے ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ صدمہ و ماتم کے تو یہ معنی تھے کہ مانند دولہا اور سوگوار کی صورت بنا کر تین دن نہیں کم سے کم ایک ہی روز رسالت و نبوت کے لحاظ سے نہیں کسی قرابت کی ہی شرم سے موت کی چٹائی پر بیٹھے رہتے مگر یہ تو عین خوشی کی بات تھی کہ رسول اللہ وفات پا گئے اب بخوف و خطر کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا جمع کر کے اجماع و اتفاق آراء سے حاکم اسلام و خلیفہ رسول بن بیٹھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اولاد رسولؐ تمام حقوق سے محروم کر دی گئی اور اغیار وارث رسول بن بیٹھے اور اگر یہی کہا جائے کہ دو روز تک بھی کسیکو بجز اہلبیت کی وفات رسول کی خبر ہی نہیں ہوئی تو بیشک ایسے لوگوں کو نہ ہوئی ہوگی جو پہلے ہی سے اپنے حلوے مانڈے کی فکر میں تھے رسولؐ کی رحلت فرمانے کی گھڑیاں گنی جا رہی تھیں سقیفہ میں تنور کی کڑھائی چڑھی ہوئی تھی اور حق اللہ و حق العباد کے ہضم کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔۔ واقعی اُن کو کیا خبر کہ کس روز اور خاص کس وقت یہ حادثہ پیش آیا اس کا علم تو انہیں کو ہو سکتا ہے جو خدمت رسولؐ کو سعادت دارین

حیثیت کے ساتھ اُن کے خاص الخاص یگانے اور گہر والے تھے اور رسولؐ کی تیمار
داری و خدمتگزاری میں مصروف اور بعد وفات حضرت آپ ان صاحب عزا
تھے چنانچہ اُنہیں نے رسول کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کیا وہی صف ماتم پر
بیٹھے سر و سینہ پیٹتے رہے - بڑے بڑے یار غار جو صحابیت و درایت کا دم
بھرتے تھے ایسے غائب ہیں کہ جوان بیٹیوں کے رانڈ ہونے کی بھی خبر نہوئی یہانتک
رسالت کا چاند خاک میں مل گیا اور وہاں خلافت کے ٹھیکہ داریٔہ و قبولیت
پر انگوٹھے لگوایا کئے - امت میں سے کون کون سے جوشیلے مسلمان تھے جنہوں
نے اپنے رسولؐ کی موت میں شرکت کی جنازہ کو کاندھا دیا اور قبر پر ساتھ
جا کر ایک سورہ فاتحہ کا ثواب روح مبارک رسول کو ہدیہ کیا -

کیا رسول کا یہی حق تھا کہ اُنکی خلافت لیکر اُنکی اولاد کو نان شبینہ کا محتاج
اور دین کو برباد کر دیا جائے - اور جس طرح ہر لڑائی میں رسولؐ کو دشمنوں کے
پنجہ میں گرفتار چھوڑ چھوڑ کر ادہر اُدہر سرک گئے اسیطرح اُنکے مرتے وقت بھی
ایسا ساتھ چھوڑا جائے کہ تیجے تک بھی پتہ نہ ملے - اگر حیادار ہوتے تو عمر بھر
کسی کو منہ نہ دکھلاتے مگر کل شی یرجع الی اصلہ سے مجبور تھے غور کرنا چاہئے کہ
بارہ روز ایک شخص کی وفات کے کس طرح ہو سکتے ہیں - لیکن اسمیں یہ رمز ہے کہ
چونکہ ایسے عقیدے کے لوگ آئمہ اثنا عشر کی بابتہ بارہا رسولؐ سے سُن چکے تھے
کہ اُن میں سے یکے بعد دیگرے گیارہ منافقین امت کے ہاتھ سے تنہا وفات پا گئے
اور امام ثانی عشر آخر دنیا تک زندہ مگر غائب رہیں گے - لہذا اس بارہ وفات
میں یہ پہلو رکھا گیا کہ گویا ایک رسولؐ اور گیارہ اماموں نے ایک ہی ساتھ
وفات پائی اور بارہویں امام کی ولادت سے انکار ہی کیا جب ہی تو بعد
رسول عمر بھر وارث رسول و خلیفۃ الاسلام بن بیٹھے ورنہ ایسے مذہب کے لوگ
ہمیشہ ہی بیعت سے منادے اور رہے بھلے ہیں کہ جس نے جیسا کہا بالسر وہی سنکر
ایمان سے آئے - یعنی اگر بجائے بارہ راویان وفات کے تین سو ساٹھ

راوی باختلاف ایام روز وفات تبلاتے تو سال بھر کا سال بھر ہی وفات
رسول کا تسلیم کر لیا جاتا۔ افسوس ہے کہ دنیا بھر کے واہی۔ تباہی۔ زانی
اور خلاف وضع فطری افعال کرنے والوں کو پیر و دستگیر قایم کر کے اُن کے تو
عرس کیے جاتے ہیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انتقال پُر ملال کا
ذکر بھی ندارد مگر جن لوگوں نے بعداوت خاندانی آنحضرت کے ذکر کو اسطرح
مٹانا چاہا وہ خود ہی ایسے مٹ گئے کہ اُن کے ہی تابعین میں کوئی اُنکی
تاریخ مرگ کو بھی نہیں جانتا۔ فاتحہ ہونا تو درکنار کوئی مسلمان صاحب
بتلا تو دیں فلاں خلیفہ اسلام کی فلاں تاریخ وفات کو اُن کا عرس
فاتحہ یا کوئی مجلس ماتم برپا ہوتی ہے اسی وجہ سے تو عام لوگ کہتے
ہیں کہ مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔ اگر اُن سے حقیقتاً کسی کو
کوئی مفاد دینی حاصل ہوتا تھا یا اسلام کو اُنھوں نے کوئی مدد دی ہوتی تو
مثل حقیقی بزرگان دین کے اُن کے لیے بھی منجانب اللہ یہ امور ہوتے کہ
اُنکی فاتحہ۔ نذر نیاز یا مجالس ماتم برپا ہوتیں اور درود اُنکا لیکن وہ مخالف
دین و دشمن خدا و رسول تھے لہذا دیکھ لینا چاہیے کہ اُنہیں عیوب کی
وجہ سے شیطان کو بھی کوئی بالفاظ خیر یاد نہیں کرتا حالانکہ جبرئیل جیسے
ملائکہ کے لیے اللھم صل علیٰ جبرئیل کہا جاتا ہے اُسنے دنیاوی فوائد وہ
بھی ظالمین و منافقین کو تھے جو محسن کش لوگوں کے تابع ہونے کے سبب سے
خود احسان فراموش ہیں وہ اُنکے عرس وغیرہ کیا کرتے ہیں۔ غرض جن
لوگوں نے اسی قسم کی کارروائیاں کر کے دین اسلام میں رخنہ اندازی
و فتنہ پردازی کی اور اہلبیت محمد کی دشمن و عداوت اور طمع مال و دولت
کی وجہ سے رسول کی محنت کو ضائع و برباد کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر لعن
و تبرا کرنا اسی طرح واجب ہے جس طرح کافرین و مشرکین پر فرض ہے اور
یہی بنیاد دین حقیقی اسلام ہے اور بغیر اس کے کسی کا ادعائے مسلمانی ہرگز

صحیح و درست نہیں لیکن جن افعال بد کی وجہ سے کسی سے تبرا اور اُسپر لعن کیجاتی ہے اُنکا خود ارتکاب کر کر اوروں پر لعنت کرنا اپنے کو اس لعنت میں شامل کرلینا ہے لہذا اسپر کافی غور و خوض کی ضرورت اور ایسے اعمال سے احتراز کرنا واجب ہے الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ ہمنے اُس کے فضل و کرم و رحمت و توفیق سے افعال لعن و تبرا کے محمود و مستحسن - ضروری اور قابل عمل ثابت کرنے میں فرو گذاشت نہیں کی - اور صراحت و وضاحت کے ساتھ اپنے بیان کو درجہ تحقیق اور دعوے کو پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا - ناظرین بنظر انصاف اس معروضہ پر غور فرمایئں اور نتیجہ کلام کو اخذ کرنے میں جنبہ داری کو دخل نہ دیں - وما علینا الا البلاغ المبین فالحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الامین والہ الطیبین الطاہرین المعصومین المنتجبین ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائہم اجمعین من یومنا ھذا الیٰ یوم الدین - فقط یکم شہر ربیع الاول ۱۳۳۳ ہجری النبوی - المولف الحقیر اذل الکونین السید شفیق حسین اختر نقوی الواسطی امروہوی -

اتحاد بک ایجنسی امروہہ کی نادر کتابیں

شیعہ کالج نمبر:۔ اس میں جناب نواب فتح علی خان صاحب۔ جناب مولنٰا السید نجم الحسن صاحب قبلہ وجناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ وجناب مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ وجناب مولنٰا السید علی صاحب حائری قبلہ کے فوٹوؤں کے علاوہ اس ڈپوٹیشن کا فوٹو بھی شامل ہے جو ہز آنر کے حضور میں شیعہ کالج کی درخواست لیکر پیش ہوا تھا قیمت ۸ر

کفن پوش لیڈر:۔ اس رسالہ میں علی گڈھ کالج کے معاملات پر نہایت دلچسپ بحث کی گئی ہے۔ قیمت صرف ۸ر

مسدس جوہر:۔ ایک قومی مسدس ہے جس میں بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے حالات پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت صرف ۱۲ر

مثنوی میوۂ شیریں:۔ اس کتاب میں جواز پردہ پر ایک دلچسپ قصہ نظم کیا گیا ہے جس کی خوبی دیکھنے پر موقوف ہے۔ قیمت صرف ۵ر

حقیقۃ الصدیق بجواب سیرۃ الصدیق:۔ ہماری قوم کے مشہور مناظر مولوی سید سجاد حسین صاحب متوطن بہڑہ سادات کی تازہ اور لاجواب تالیف ہے۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب شروانی نے سیرۃ الصدیق پر شیعہ و سُنی کے مجمع میں لکچر دیکر علی گڈھ کالج میں تقسیم کیا تھا لہذا مولانا السید سجاد حسین صاحب نے طلبہ کو مخاطب کرکے خلیفہ دویم صاحب کی حقیقت ظاہر کی ہے ضخامت (۳۶۰) صفحہ ہے قیمت صرف عہ تاکہ ہر شخص منگا سکے۔ لاجواب تالیف ہے۔

البرہان فی عقد رسول آخر الزمان:۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ رسالہ مرتبہ و مؤلفہ مرزا زین العباد صاحب قزلباش مرادآبادی مؤلف ناصر الایمان۔ الکنوز۔ نورتن۔ الجواہر وغیرہ وغیرہ کا ہے اس رسالہ میں آپنے عقد جناب خدیجہ کو جناب سول خدا سے ایک بسیط بحث کے ساتھ آیات و دلائل سے ثابت کیا ہے۔ یہ رسالہ بےمثل ہے۔ قیمت ۴ر